رمضان ۱۴۴۵ھ MARCH 2024

ماہنامہ

مظاہرِ علوم

سہارنپور



دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

مدرسہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہرِ علوم

سہارنپور

جلد نمبر ۲۹

شمارہ نمبر ۱۱

رمضان ۱۴۴۵ھ

مارچ ۲۰۲۴ء

زرِ تعاون

فی شمارہ ——— ۳۰ روپیے

سالانہ زرتعاون ——— ۳۰۰ روپیے

بیرون ملک سالانہ ——— ۲۵ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہرِ علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE

SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA

Ph: 0132-2655542

Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

◯ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

صدقۂ فطر کی ادائیگی کے وقت خیال رہے

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

ماہ رمضان المبارک کے قیمتی لمحات تیزی سے گزر رہے ہیں، اللہ جل جلالہ کی خاص رحمتوں سے ہم بہرہ ورہورہے ہیں، مغفرت کی خوشگوار پھوار سے گناہ ومعصیت کے بدنما داغ دُھل رہے ہیں، دوزخ سے چھٹکارے کی نوید مل رہی ہے، ہرطرف ایک ایمان افروز منظر، روحانی عروج وارتقاء کے ذرائع موجود، سحری کی روح پرور گھڑیاں، افطار کی روح افزا ساعتیں، دن میں ذکر واذکار اور رات میں تراویح وقیام لیل کا خصوصی اہتمام، اللہ رب العزت کی جانب سے ہمیں حکم ہوا کہ رات کے اندھیرے میں اٹھ کر کھاؤ اور سحری کرو، تو ہم نے اس پر عمل کیا، دن بھر گرمی برداشت کرتے ہوئے کچھ بھی کھانا پینا نہیں ہے، ہم نے اس پر عمل کیا، دنیا کی تمام مرغوبات سے کنارہ کشی اختیار کرو، ہم نے کرلی، لغویات سے، جھوٹ سے، چغلی اور غیبت سے، دوسروں کی ایذارسانی سے، گالی گلوچ سے، فحش کلامی سے خود کو دور رکھنا ہے، ہم نے مان لیا، رات میں مزید نمازوں کا اہتمام کرتے ہوئے تراویح کا اہتمام بھی کرنا ہے، ہم نے ایسا ہی کیا، توفیق ملی تو مزید نمازوں کا اہتمام کرتے ہوئے تہجد کا بھی اہتمام کیا۔

آخری عشرہ میں اعتکاف، شب قدر کی تلاش، اللہ کی رحمت اور مغفرت اور نار جہنم سے بچنے کے لیے جدوجہد، اپنے مال ودولت کو پاک وصاف کرنے کے لئے زکوٰۃ کا اہتمام، تمام ترنعمتوں اور مرغوبات کی فراوانی کے باوجود اپنی نفسانی خواہشات پر قابو، جھوٹ اور لغو باتوں سے پرہیز یہ تمام امور گویا ایک مہینہ تک ہمارے معمولاتِ زندگی بن گئے ہیں اور ایسا اس لئے ہوا کہ ہمیں اس بات کا احساس تھا کہ ایسا کرنے کے لئے، ایسا ماحول بنانے کے لئے، تقوی اور پرہیزگاری کی زندگی گذارنے کے لئے ہمارے خالق ومالک اللہ رب العزت نے ہمیں حکم دیا ہے، وہ کریم ذات ہم سے انھیں اعمال کا مطالبہ کرتی ہے، اسی لئے ہم نے رمضان المبارک میں ہر وہ کام کیا جس کا ہمارے کریم آقا نے حکم دیا اور ہر اس کام سے بچنے کی کوشش کی

جس سے روکا، تاکہ ہمارے اندر روزے کی روح ''تقویٰ'' پیدا ہوجائے، اور ہم پھر پورے سال اسی پرہیز گاری کے خوگر اور عادی بن کر قرب الٰہی حاصل کرتے رہیں، کہ یہی مقصود فطرت ہے، رمضان المبارک کے ان اعمال سے گویا ہم سے گندگی دور کردی گئی، اب جب کہ ایک طرح سے ہماری روح پاک ہوچکی، اب جب کہ ایک طرح سے ہمارا نفس ہمارے قابو میں آچکا اور اب نیکیوں پر عمل آسان ہوچکا ہے، ایسے میں روح کو پھر سے ناپاک بنادینا، نفس مطمئنہ کو نفس امارہ میں تبدیل کردینا اور نیکیوں کو برائیوں سے بدل لینا، کیا کوئی دانشمندی کی بات کہلائے گی؟ نہیں کبھی نہیں۔

رمضان کی مبارک ساعتوں میں احکام خداوندی کی پاس داری کا صلہ ملنے کا دن ''عید الفطر'' آئے گا، انعامات خداوندی کی بارش ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ''رمضان'' کی مغفرت اور ''عید'' کی خوشیاں عطاء فرمائے'' تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَ مِنْکُم

''عید'' دنیا کی دوسری اقوام سے الگ ایک ممتاز خوشی کا دن ہے، اس دن دنیا کی اور اقوام کی طرح صرف رنگینیٔ محفل کے لئے مسلمان مامور نہیں ہیں، اُن کو رمضان المبارک کی محنت کا اجر جھولیاں بھر بھر کر دیا جاتا ہے، ان کی ہر دعاء قبول کی جاتی ہے، اُن کے مسائل حل کئے جاتے ہیں، یہ بڑا خاص موقع ہوتا ہے، مگر ہم میں سے اکثر کو اس کا احساس نہیں، اور بہت سوں کو اس کا علم نہیں، وہ اپنا بہت سا وقت اپنی بناوٹ سجاوٹ پر ضائع کرتے ہیں، اس دن تو اللہ کے خصوصی فضل و انعام کی بارش ہوتی ہے، خوشی و مسرت کے اس حسین موقع کو مذہب اور اطاعت خداوندی کے ساتھ ساتھ ایثار و ہمدردی اور انسانیت نوازی سے ایسا مربوط کردیا گیا ہے کہ اس کی ایک امتیازی شان اور منفرد حیثیت بن گئی ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کی صرف عبادت ہی کافی نہیں بلکہ مستحقین کا حق ان تک پہنچانا بھی ضروری ہے اور جو زندگی اور اپنے مال و دولت کو اپنا تصور کرتے ہیں اور روزہ رکھ کر یا نماز ادا کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ انہوں نے بندگی کا حق ادا کردیا اُنہیں آگاہ ہوجانا چاہئے کہ عید دراصل اجتماعی خوشی کا دن ہے۔ اگر وہ ناداروں کو ان کا حق پہنچانے سے بچتے ہیں تو ان کی عبادت و ریاضت ایک بے جان جسم کی طرح ہے اس لئے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے صدقہ فطر ان لوگوں تک پہنچائے جو اس کے حاجتمند ہیں اور جن کی عید

اس کے بغیر پُرمسرت نہیں ہوسکتی۔اسی لئے کہا جاتا ہے کہ عیدالفطر کا تہوار نئے کپڑے پہن لینے اور لذیذ کھانے کھا لینے کا نام نہیں بلکہ اس جشنِ مسرت کی روح اجتماعیت اور غم گساری میں مضمر ہے۔

صدقۂ فطر کا وجوب اسی اسلامی تعلیم کا ایک حصہ ہے کہ آج کے دن کوئی بھی نانِ شبینہ کا محتاج نہ رہے، اللہ رب العزت کی طرف سے مہمانی اور اکرام کا دن سب کے لئے برابر ہونا چاہئے۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی کے پس پشت کارفرما مقاصد بہت ہیں، ان میں سے دو کا صریح تذکرہ احادیث میں ملتا ہے :

۱— روزہ کے درمیان جو کوتاہیاں، لغزشیں، بدکلامیاں اور لایعنی کام ہو گئے ہیں، یہ صدقۂ فطر ان کا کفارہ بن جائے. چنانچہ حدیث میں ہے:

۲— مساکین وفقراء کے خوراک کا انتظام ہوجائے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:فرض زكاة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث وطعمة للمساكين. (ابوداود ح ۱۶۰۶، ابن ماجہ ح ۱۸۷۲)

ہر ایسے شخص پر صدقۃ الفطر واجب ہے، جو صاحب نصاب ہو یعنی: اس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت موجود ہو، اس پر مکمل سال کا گزرنا ضروری نہیں ہے (عالمگیری)

باپ اپنی اولاد اور اپنے گھر کے خادم کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کرے گا (عالمگیری) بیوی اگر صاحب نصاب ہے، تو اپنا صدقۃ الفطر خود ادا کرے گی، جیسا کہ وہ اپنی زکاۃ خود ادا کرتی ہے، ہاں اگر اس کی اجازت سے شوہر ادا کردے تو بھی کافی ہوجائے گا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما انه قال :فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعير على العبد والحر والذكر والانثى والصغير من المسلمين.** (مشکاۃ باب فضائل صدقۃ الفطر)

اس کے مصارف بھی وہی لوگ ہیں جو زکات کے مصارف ہیں

کتبِ فقہ وفتاویٰ میں صدقۂ فطر کا معیار چار چیزوں کو بنایا گیا ہے، (۱) گیہوں (۲) جو (۳) کشمش (۴) کھجور، گیہوں کا وزن نصف صاع یعنی ایک کلو چھ سو پینسٹھ گرام 1.665 (ایک صدقۂ فطر کی مقدار)

جَو، کھجور اور کشمش کا وزن ایک صاع یعنی سوا تین کلو 3.250 (ایک صدقۂ فطر کی مقدار)

وإنما تجب صدقة الفطر من اربعة أشياء من الحنطة و الشعير و التمر و الزبيب كذا في خزانة المفتيين و شرح الطحاوي الخ (ہندیہ ۱/۱۹۱)

عرب میں چونکہ گیہوں کمیاب اور گراں ہوتا تھا، غالباً اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نصف صاع کو دوسری چیزوں کے پورے صاع کے برابر قرار دیا ہے۔

قرآنی ہدایات اور ارشادتِ نبویہ کے مطابق ہونا تو یہ چاہئے کہ صدقۂ فطر کی ادائیگی کے وقت ہم ان چاروں میں سے جو گراں ہو اور جس میں روپیہ زیادہ خرچ ہوتا ہو، اس سے صدقۂ فطر ادا کریں تا کہ زیادہ سے زیادہ اللہ کا قرب اور ثواب حاصل ہو اور جس کو دیا جارہا ہے اس کے فقر و فاقہ کا زیادہ سے زیادہ ازالہ اور خاتمہ ہوسکے جو کہ طعمۃ للمساکین کی رُو سے منشاءِ شریعت بھی ہے۔

مگر نہ معلوم ہم نے ہندوستان میں کہاں سے صرف گیہوں کو ہی معیار بنالیا ہے جو کہ مذکورہ چاروں چیزوں میں سب سے سستا اور کمتر ہے، اکثر اہلِ علم مفتیان کرام بھی اسی کا وزن اور اسی کی قیمت لگا کر صدقۂ فطر کا اعلان کرتے ہیں۔

اب حد یہ ہے کہ محتاج وفقراء تک پہنچنے والا صدقۂ فطر ایک کروڑ پتی اور لکھ پتی کا بھی اتنا ہی ہوتا ہے، جتنا ان کے گھروں میں مزدوری کرنے والوں کا ہوتا ہے۔

یہ کام دارالافتاء اور مفتیانِ عظام، علمائے کرام، خطیبانِ جمعہ اور ائمۂ مساجد کا ہے کہ وہ ایک طرف دیگر منصوص علیہ اجناسِ فطر: کھجور، کشمش منقیٰ اور جَو کو دیکھیں اور دوسری طرف لوگوں کی مالی حیثیت کا تفاوت مدنظر رکھیں، پھر لوگوں کو ترغیب دیں کہ جس کے پاس جیسی وسعت ہو، اسی کے اعتبار سے سب اپنے اپنے صدقات فطر ادا کرنے کی کوشش کریں.

ان میں سے کسی کی حیثیت اگر کھجور سے ادا کرنے کی ہو تو گیہوں کے بالمقابل اس کا ایک فطرہ کسی غریب کے حق میں کتنا نفع بخش ثابت ہوگا، اسی طرح کوئی استطاعت رکھنے والا کشمش سے فطرہ ادا کرنے کی کوشش کرے گا تو حاجت مندوں کے دلوں سے کیسی کیسی دعائیں پائے گا۔ اور اس سے یقیناً وہ چہرے کھل اٹھیں گے جنھیں یہ دیا جائے گا، اور اس طرح غرباء پروری کی محمود صورت سامنے آئے گی۔

درسِ قرآن

کفر کی ایذا رسانی

حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ

لَتُبْلَوُنَّ فِیۡۤ اَمْوَالِکُمْ وَاَنۡفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الْکِتٰبَ مِنۡ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیۡنَ اَشْرَکُوۡۤا اَذًی کَثِیۡرًا وَاِنۡ تَصْبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الۡاُمُوۡرِ ۔(سورہ آل عمران ۱۸۶)

ایسا ضرور ہوگا کہ تمہارے مالوں میں اور تمہاری جانوں میں تمہاری آزمائش ہوگی، اور یہ بھی ضرور ہوگا کہ تم اگلی کتاب والوں اور مشرکوں کی طرف سے بہت بدگوئی سنو گے، اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری سے کام لو تو یہ ہمت کی بات ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

یہ خطاب مسلمانوں سے ہے کہ آئندہ بھی جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی، اور ہر قسم کی قربانیاں کرنی پڑیں گی، قتل کیا جانا، زخمی ہونا، قید و بند کی تکلیف اٹھانا، بیمار پڑنا، اموال کا تلف ہونا، اقارب کا چھوٹنا، اس طرح کی سختیاں پیش آئیں گی، نیز اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے بہت جگر خراش اور دل آزار باتیں سننا پڑیں گی۔ ان سب کا علاج صبر و تقویٰ ہے، اگر صبر و استقلال اور پرہیزگاری سے ان سختیوں کا مقابلہ کروگے، تو یہ بڑی ہمت اور اولوالعزمی کا کام ہوگا، جس کی تاکید حق تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ (فوائد عثمانی، ص ۹۶: مطبوعہ شاہ فہد کمپلیکس، مدینہ منورہ)

کفر نے اسلام کو کبھی برداشت نہیں کیا ہے، شرک کو کبھی گوارا نہیں ہوا ہے کہ توحید کو فروغ ملے، شیطان نے ابتداء ہی سے آدم اور اولادِ آدم کے ساتھ لڑائی چھیڑ رکھی ہے، کفر اور شرک کے مزاج میں جھوٹ اور منافقت کا خمیر ہے، اسے اسلام اور توحید کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا ہے، اس کیلئے سچ غریب کیا مدد کر سکے گا، جھوٹ ہی کے کندھے پر پروپیگنڈے کی مشین رکھی جاتی ہے۔

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، اس میں پروپیگنڈہ ایک عالمگیر فن کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، اسے آج کی اصطلاح میں ''میڈیا'' کہتے ہیں۔ بات چاہے کتنی ہی غلط اور بے بنیاد ہو مگر میڈیا اسے ذہن و دماغ میں اس طرح اتار دیتی ہے جیسے وہی بے بنیاد، دنیا کی سب سے بڑی سچائی ہو، اور عمل خواہ کتنا ہی مخلصانہ اور

عبادت کا ہو، میڈیا کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ اسے کائنات کا سب سے زیادہ ڈراور خطرناک ثابت کردیتی ہے۔

اہل اسلام کو شروع ہی سے غلط سلط پروپیگنڈے کا سامنا کرنا پڑا ہے، اور آج تو اس پروپیگنڈے نے میڈیا کی شکل اختیار کر کے وہ قیامت بپا کر رکھی ہے کہ ہر جھوٹ، سچ اور ہر بھلائی، برائی بن کر رہ گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیت میں مسلمانوں کو اسی بات پر متنبہ فرمایا ہے کہ تمہیں یہودیوں، عیسائیوں اور کفر وشرک کے دوسرے پیروکاروں سے تکلیف کی بہت سی باتیں سنائی دیں گی۔

آج میڈیا پوری طاقت سے چیخ رہی ہے، اور ہر چہار جانب سے پکار رہی ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہیں، رجعت پسند ہیں، بنیاد پرست ہیں، اسلام کے اصول وقوانین فرسودہ ہیں، دنیا کی ترقی سے مانع ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ میڈیا وہی ہے جو یہود ونصاریٰ اور ہنود کے قبضے میں ہے، مسلمان گھبرا گھبرا کر کہتا ہے کہ اس تہمت کا جواب دینا چاہئے، لیکن اہل اسلام کے پاس وہ وسائل نہیں ہیں، اور اگر وسائل بھی ہوں تو جھوٹ بولنے کا وہ حوصلہ کہاں سے لائیں، جو ان یہود ونصاریٰ کو حاصل ہے، مسلمان کے دل میں اگر ذرا بھی ایمان کی رمق ہے تو اس کا ضمیر گریبان گیر ہوتا ہے، ہرگز زبان سے یا قلم سے جھوٹی بات صادر نہ ہو، اور واقعہ یہ ہے کہ پروپیگنڈے کا جواب پروپیگنڈہ نہیں ہے، جھوٹ کی کاٹ جھوٹ نہیں ہے، تہمت کا جواب تہمت نہیں ہے۔ اس کا جواب وہ ہے جو حق تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس پروپیگنڈہ، اس تہمت طرازی اور اس جھوٹ کا جواب دو چیزوں کا مجموعہ ہے : ایک صبر، دوسری تقویٰ۔

صبر کا مطلب یہ ہے کہ پروپیگنڈے کی شدت سے متاثر ہو کر آدمی گھبرا نہ جائے، نہ اپنے عقائد ونظریات سے بدظن ہو جائے، نہ ایمان وعمل کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے، نہ اپنے اسلام وایمان سے شرمندگی محسوس کرنے لگ جائے۔ اور تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ اعمال وعقائد کے تمام شعبوں میں وہی چیز اہتمام سے اختیار کرے جو اللہ کی پسندیدہ ہو، یعنی ظاہر وباطن ہر اعتبار سے شریعت کے احکام کا پابند ہو، یہ نہیں کہ میڈیا جھوٹ بول رہی ہے، تو ادھر سے بھی جھوٹ کو فروغ دیا جائے۔

صبر وتقویٰ! دونوں چیزیں ہیں بڑے ہمت اور حوصلہ کا کام، مگر مسلمان بڑا حوصلہ مند ہوتا ہے، کم ہمتی، بے حوصلگی مومن کا کام نہیں، اس مجموعہ پر اللہ تعالیٰ کی نصرت ورحمت کا نزول ہوتا ہے، کاش اسے ہم سمجھتے۔

انوارِ حدیث

جواللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری
استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہرعلوم سہارنپور

زکاۃ کی ادائیگی کا حکم

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ فَلْيُؤَدِّ زَكَاةَ مَالِهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ (المعجم الكبير للطبرانی ۱۲/ ۴۲۳ رقم ۱۳۵۶۱).

(وقال الهيثمي في المجمع ۳/ ۶۵ وفيه يحيى بن عبد الله البابلتي وهو ضعيف.)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مال کی زکوۃ ادا کرے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ بھلی بات بولے یا خاموش رہے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

زکوۃ کے معنی عربی زبان میں پاکیزگی اور بڑھوتری اور برکت کے ہیں، اور زکوۃ کو زکوۃ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی بھی نفس کو بخل کی گندگی اور گناہوں کی نجاست سے پاک کرنے کا ذریعہ ہے اور مال میں برکت اور بڑھوتری کا سبب ہے۔

زکوۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ہے ایک اہم اور بنیادی رکن ہے اور زکوۃ کی فرضیت قران کریم، سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

زکوۃ ہر اس عاقل بالغ آزاد مسلمان پر فرض ہے جو مقدار نصاب کا مالک ہو اور اس مال پر پورا سال گزر چکا ہو۔

نصابِ زکوۃ

مال کی اس خاص مقدار کو کہتے ہیں جس پر شریعت نے زکوۃ فرض کی ہے اگر اس خاص مقدار سے

کم مال ہو تو زکوۃ فرض نہیں ہوگی۔

چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ یعنی 612 گرام 360 ملی گرام چاندی ہے۔

سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ یعنی 87 گرام 480 ملی گرام سونا ہے۔

اگر کسی کے پاس اتنی رقم یا مال تجارت ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو تو وہ بھی صاحب نصاب کہلائے گا۔

اگر کسی کے پاس کچھ سونا اور کچھ چاندی ہے اور الگ الگ کسی کا نصاب پورا نہیں ہے یا سونا چاندی کے ساتھ کچھ نقد ہے یا مال تجارت ہے لیکن کسی کا نصاب الگ الگ پورا نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں اگر سب کی قیمت لگا کر چاندی کے نصاب کی قیمت کے برابر ہو جائے تو زکوۃ واجب ہوگی۔

جب آدمی صاحب نصاب ہو جائے اور وہ مال اس کے پاس ایک سال تک باقی رہے یا درمیان سال میں کم وبیش ہوتا رہے لیکن بالکل ختم نہ ہو اور جس دن سال مکمل ہو رہا ہے اس دن اتنا مال موجود ہے جو نصاب کو پہنچ رہا ہے تو اس پر اپنے مال کا چالیسواں حصہ بطور زکوۃ نکالنا فرض ہے۔

زکوۃ کی نیت

زکوۃ کی ادائیگی کے وقت زکوۃ کی نیت کرنا ضروری ہے، جس وقت زکوۃ کی رقم کسی مستحق کو دے اس وقت اپنے دل میں زکوۃ دینے کی نیت کر لے، اگر نیت نہیں کی، بغیر نیت کے دے دیا تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی، ہاں اگر مستحق کو دیتے وقت تو نیت نہیں کی لیکن وہ مال ابھی مستحق کے پاس موجود ہے اور دینے والے نے زکوۃ کی نیت کر لی تو زکوۃ ادا ہو جائے گی، اور اگر اس مستحق نے مال کو خرچ کر دیا یا اس کے پاس سے ضائع ہو گیا تو اس کے بعد زکوۃ کی نیت معتبر نہیں ہوگی۔

اگر کسی نے زکوۃ کی نیت سے زکوۃ کی رقم نکال کر الگ رکھ لی، اور مستحق کو دیتے وقت نیت کرنا بھول گیا تب بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

لڑکی کے لیے بنوائے گئے زیورات کی زکوۃ

لڑکی کی شادی کے لیے جو زیورات بنوا کر رکھے جاتے ہیں اگر ان کا مالک لڑکی کو بنا دیا گیا ہے اور وہ لڑکی بالغ ہے اور صاحب نصاب ہے تو اس کے اوپر زکوۃ فرض ہوگی اور اگر لڑکی نابالغ ہے تو اس پر زکوۃ فرض

نہیں ہوگی، اور اگر لڑکی کو ان زیورات کا مالک نہیں بنایا ہے تو جو ان کا مالک ہوگا اسی پر زکوۃ فرض ہوگی۔

مکمل زکوۃ نکالنا

زکوۃ؛ نصاب کا حساب کر کے پوری نکالی جائے، صرف اندازے سے نہ نکالی جائے کیونکہ اس صورت میں غلطی ہوسکتی ہے اور زکوۃ نکالنے میں کمی بیشی ہوسکتی ہے اور اگر کمی ہوئی تو زکوۃ کا پیسہ جو اپنے پاس روک لیا ہے تو زکوۃ کی وہ رقم باقی مال کو بھی خراب کر دے گی جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: **ما خالطت الصدقة أو قال الزكاة مالا إلا افسدته** (رواہ البزار کمافی الاستار ۱/ ۴۱۸ عن عائشۃ مرفوعا) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ زکوۃ جس مال میں مل جاتی ہے اسے خراب کر دیتی ہے۔

زکوۃ ادا نہ کرنے پر وعید

زکوۃ نہ نکالنے پر قرآن اور حدیث میں سخت وعید بھی وارد ہوئی ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **وَٱلَّذِينَ يَكنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَبَشِّرهُم بِعَذَابٍ أَلِيم۔ يَومَ يُحمَىٰ عَلَيهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُم وَجُنُوبُهُم وَظُهُورُهُم هَٰذَا مَا كَنَزتُم لِأَنفُسِكُم فَذُوقُواْ مَا كُنتُم تَكنِزُونَ** (التوبہ ۳۴-۳۵)

> جو لوگ سونا چاندی اپنے پاس جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت سنا دیجئے، جس دن جہنم کی آگ میں اسے گرم کیا جائے گا، پھر اس کے ذریعے ان کی پیشانیوں، ان کے پہلوؤں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا، کہا جائے گا یہ ہے یہ وہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا تو اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

مسلم شریف (۱/ ۳۲۰) میں ایک لمبی حدیث ہے جس میں زکوۃ نہ دینے والوں کے عذاب کو ذکر کیا گیا ہے اس کے آخر میں ہے کہ خزانہ والا جو اس کا حق یعنی زکوۃ ادا نہ کرتا ہو اس کا خزانہ قیامت کے دن اس کے پاس گنجے سانپ (ازدہے) کی صورت میں آئے گا اور اپنا منہ کھولے ہوئے اس کا پیچھا کرے گا تو جب وہ اس کے پاس پہنچے گا تو وہ شخص اس سے اس سے بھاگے گا تو اس کو آواز دے گا کہ تم اپنا خزانہ لے لو جسے چھپا کر رکھا تھا کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے تو جب وہ شخص دیکھے گا کہ اس سے کوئی چارہ کار نہیں ہے تو اس کے منہ میں اپنا ہاتھ لے جائے گا تو وہ سانپ اس کے ہاتھ کو نر اونٹ کے چبانے کی طرح

چباڈالے گا۔

اورزکوۃ نہ دینے کا نقصان اس دنیامیں بھی ہوتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما منع قوم الزكاة إلا ابتلاهم الله بالسنين (المعجم الوسط ۵/۲۹۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوقوم زکوۃ نہیں دیتی اللہ تعالی اسے قحط سالی میں مبتلا فرمادیتے ہیں۔

قال عمر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما تلف مال في بر ولا بحر إلا بحبس الزكاة (رواہ الطبرانی فی الاوسط کمافی مجمع الزوائد ۳/۶۸ وقال فیہ عمرابن ہارون وھوضعیف)

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خشکی اور سمندر میں کوئی مال تباہ نہیں ہوامگرزکوۃ نہ دینے کی وجہ سے۔

وفیات نمبر کے بارے میں

زیرنظراشاعت ''وفیات نمبر'' میں ۲۰۲۰ء سے لےکراس کے بعدتک کے وفات پانے والے ایسے اصحابِ علم وفضل کا تذکرہ، ان کی علمی ودینی خدمات پیش کی گئی ہیں جو برصغیر میں اپنی علمی وعرفانی اور روحانی وملی خدمات کے حوالہ سے عوام وخواص کا مرجع رہے ہیں، اور مظاہرعلوم سہارنپوراور یہاں کے حضرات اکابر سے انتساب واکتسابِ فیض اور ذہنی وقلبی وابستگی خودان کے لئے بھی باعثِ افتخارواعزازرہی ہے۔

لاک ڈاؤن کے زمانہ میں حالات کی وجہ سے ماہنامہ مظاہرعلوم کی جواشاعتیں موقوف رہ گئی تھیں دراصل یہ خاص اشاعت اس کے بدل کےطور پر ہے۔

اس لئے ماہنامہ مظاہرعلوم کے اُن ممبران سے درخواست ہے جو ۲۰۲۰ء میں باقاعدہ اس کے خریدار تھے کہ وہ مبلغ تیس روپئے کا محصول ڈاک بھیج کراپنا رسالہ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک منگالیں، سادہ ڈاک سے ارسال کرنے میں اس اہم اشاعت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔

کسی بھی طرح کی معلومات کے لئے بذریعہ واٹس ایپ رابطہ کریں۔

مولاناعبداللہ خالدقاسمی خیرآبادی 7895886868

مولاناذاکرحسین مظاہری 9411899044

ماہِ رواں

رمضان المبارک: عظمت واہمیت

مولانا شفیق احمد قاسمی اعظمی

امام وخطیب جامع مسجد ابوظبی، امارات

مسلمانان عالم کے لئے انوار وبرکات کی فصل بہاراں شروع ہوچکی ہے، رحمت ومغفرت کی جاں فزا، روح افزاء پھواریں فرزندان توحید پرنعمت خداوندی اورنوید سرفرازی بن کرنازل ہورہی ہیں،جس سے دلوں کی کثافت دورہوجائے گی اورایمان والوں کےقلوب معرفت حق سےنکھرجائیں گے۔

یہی ماہ مبارک ہے جوہر سچے مومن کی دھڑکنوں اورسانسوں میں بساہے،رمضان المبارک عظمت شان اورقدرومنزلت کوہر مسلمان جس کے دل میں نورایمانی فروزاں ہےاوروہ شرک ونفاق،الحادوارتداد کی نجاست وغلاظت سےمنزہ ہے وہ خوب جانتاہے،خواہ وہ سال بھرقرآن کریم، کتاب مبین کی تلاوت سے گریزاں رہےلیکن رمضان المبارک کاچاندنظرآتے ہی قرآن کی پوشیدہ وخوابیدہ محبت بیدارہوکرانگڑائیاں لینےلگتی ہےوہ تمام دنیاوی لہوولعب سےکنارہ کشی اختیارکرلیتاہے،تلاوت قرآن میں منہمک ہوجاتاہے جیسے جیسے تلاوت کی حلاوت اس کے دل میں اترتی جاتی ہے اس کا نورایمانی بڑھتاجاتاہے،سیئات ومعاصی کی ظلمتیں چھٹنےلگتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی آیات کا یہی اثربتایاہے کہ ”وَاِذَا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایماناً وعلیٰ ربھم یتوکلون (انفعال) اورجب ان پراللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہےتوان کےایمان کوبڑھادیتی ہیں اوروہ اپنےرب پربھروسہ کرنے لگتے ہیں۔

یہ آیت توفداکاران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کےاحوال وکوائف اورآیات الرحمن کےان دلوں پراثرات کوبتانے کےلئے اتری لیکن قرآن کی تاثیرہردورمیں یہی رہےگی جودل کی گہرائی سےآیات اللہ کی تلاوت کرےگااس کےدل کی دنیامیں انقلاب برپاہوگااورجب مداومت اورپابندی ختم کردیں گے توگناہوں،نافرمانیوں کےاثرات دل پرپڑنےلگیں گےاورایمانی نورمدھم ہوجائےگا۔

ہم ہر سال رمضان المبارک میں تجربہ ومشاہدہ دونوں کرتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں مسلمانوں کا عام طبقہ بھی نماز کی پابندی کرتا ہے اور کثرت سے تلاوت قرآن کا التزام کرتا ہے تو اس کی زندگی میں حیرت انگیز تبدیلی نظر آتی ہے، تمام نمازیں وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے کی فکر غالب رہتی ہے، لغویات اور فضول باتوں سے اجتناب کرتا ہے، گالم گلوچ کرنے اور جھوٹ بولنے سے بچتا ہے، جنت، مغفرت کی باتیں کرتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے بے نمازی، رمضان میں فرائض کی پابندی کے ساتھ تہجد کا اہتمام بھی کرنے لگتے ہیں، جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سالہا سال قرآن کی تلاوت کرتے تھے، فرض روزہ کے علاوہ نفلی روزے بھی بکثرت رکھنے کے شوقین تھے۔

روزہ اور قرآن ورمضان

روزہ ورمضان اور قرآن میں ایک خاص ربط ہے، روزہ کی فرضیت کا اساسی مقصد تقویٰ کی صفت سے بندگان خدا کو آراستہ کرنا ہے اس لئے کہ تقویٰ ہی ایمان کا مغز ہے، مدار نجات ہے، باعث تکریم وتوقیر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (البقرہ)

> اے ایمان والو! روزہ تم پر اس طرح فرض کیا گیا ہے جیسے تم سے پہلے کی امتوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

ہم سب کو بہت زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم رمضان المبارک میں جب ایک ماہ کا روزہ پابندی سے رکھتے ہیں تو کیا کبھی غور وتدبر کرنے کی زحمت بھی کرتے ہیں کہ اس روزہ رکھنے سے ہم کو وہ فائدہ حاصل ہوا یا نہیں جو قرآن نے بتایا ہے اگر روزہ رکھ کر ہمارے اندر تقویٰ کا وصف پیدا نہیں ہوسکا تو یقین جانئے ہم روزہ رکھ کر بھی بے روزہ رہے، صرف ایک رسم پوری کی ہے یقینی طور پر روزہ کے اثرات وفوائد سے ہم محروم رہے۔

یہ بات بالکل الگ ہے کہ رمضان میں تقویٰ ودینداری کا کچھ عکس نظر آنے لگتا ہے، مثال کے طور پر کسی پین کلر ٹابلسٹ کو لے لیں کہ کھانے کے بعد اس کے زور وشور سے درد دب جاتا ہے لیکن جیسے ہی دوا کا اثر ختم ہوتا ہے درد لوٹ آتا ہے، بالکل یہی حال رمضان میں ہمارے روزہ اور تلاوت کا ہے، جیسے ہی شوال کا چاند نظر آتا ہے پھر وہی مسجد آدھی رہ جاتی ہے، رمضانی نمازی اور رمضانی تلاوت کرنے والے اپنی

پرانی روش پر آجاتے ہیں، عیدالفطر کا اسلامی تہوار، ہولی دیوالی کے انداز میں ہماری نئی نسل منانے لگتی ہے۔

ہم اس پہلو پر ضرور غور کریں کہ روزہ جو دل کی دنیا میں انقلاب پیدا کرنے، شیطانی اثرات ووساوس سے پاک کرکے ملکوتی صفات، ایمانی انوار سے دل کو آراستہ کرنے کے لئے ہے اس کو ہم مسلمانوں نے ایک رسمی عبادت بنا ڈالا ہے، شہروں میں تو دن بدن روزہ رکھنے کا مزاج بھی ختم ہونے لگا، قصبات ودیہات کے مسلمانوں میں بنسبت شہری مسلمانوں کے بہر صورت روزہ چھوڑنا بہت معیوب عمل اب بھی جانا جاتا ہے۔

قرآن کریم بھی متقیوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اس کی پہلی سورت بقرہ کا آغاز ہی متقیوں کے تذکرہ سے ہوتا ہے، **ذلک الکتاب لاریب فیه هدی للمتقین** یہ وہ کتاب ہے جس کی حفاظت وصداقت میں کوئی شک ہے ہی نہیں، یہ متقین کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔

یہاں متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو حصول تقویٰ کی نیت سے قرآن پڑھتے ہیں، سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرکے اپنے دل میں اللہ کی الوہیت وعظمت اور وحدت کا یقین جاننا چاہتے ہیں۔

آج قرآن کی تلاوت وقرآن کا فن تجوید کے ساتھ اہتمام کرنے والے قاریوں کی کثرت ہے، ملکوں ملکوں گھوم کر قراءت کے مظاہرے کئے جاتے ہیں، لاکھوں میں بک جاتے ہیں، ہزاروں کا مجمع ہوتا ہے لیکن نہ پیشہ ور قاریوں میں کوئی دینداری ہوتی ہے نہ سامعین پر مستقل اثر ہوتا ہے، یہ ضرور ہے کہ جب قرآن کی قراءت لحن داؤدی کے ساتھ سنی جاتی ہے تو فوری طور پر دلوں میں اثر ہوتا ہے اور یہ **واذا تلیت علیهم آیاته زادمنهم ایمانا** کی تاثیر ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہم کو قرآن ملا، رمضان ملا، روزہ ملا، کاش ہم روزہ کی برکات ومنافع سے زندگی سنوارنے پر غور کریں اور حقیقی روزہ دار بن جائیں، قرآن کو حرز جان بنا کر صحابہ کرام کی راہ پر چل پڑیں۔

رمضان المبارک ہمارے لئے کتنا بڑا انعام اور تحفہ خداوندی ہے یہ امتیاز صرف ہم امت محمدیہ کے حصہ میں آیا ہے کہ پورا ایک ماہ رمضان ہم کو عطا کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن ،هدی للناس وبینٰت من الهدیٰ والفرقان فمن شهد منک الشهر فلیصمه۔ (سورۃ البقرہ ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا،لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت اور فرقان کی واضح علامتیں ہیں توتم میں سے جو بھی اس مہینہ کو پائے وہ روزہ ضرور رکھے۔

یہ آیت کریمہ رمضان المبارک کی عظمت شان اور بلندیٔ مرتبہ کو بتاتی ہے کہ اللہ نے بارہ مہینوں میں سے صرف رمضان کا نام قرآن میں لیا ہے کیونکہ اس کو نزول قرآن سے نسبت حاصل ہے، قرآن کریم ہی وہ کتاب ہدایت وسعادت ہے جوحق وباطل کے درمیان تفریق کرتی ہے، حق کوثابت اور باطل کوزائل کرتی ہے، اصول بندگی سکھاتی ہے، دستور حیات سے آگاہ کرتی ہے، قانون الٰہی کو بیان کرتی ہے اور سعادت کی راہ پر چلاتی ہے، ضلالت وظلمت سے نکالتی ہے، رشد وہدایت کی شاہراہ پر گامزن کرتی ہے، حلال وحرام کوواضح کرتی ہے، تمرد وسرکشی کے انجام سے باخبر کرتی ہے۔ دلوں میں سوز وگداز پیدا کرتی ہے اور قرب الٰہی سے ہمکنار کرتی ہے، دنیاوی زندگی کی حقیقت سے روشناس کرتی ہے، آخرت کی ابدی یقینی زندگی کے خیر وشر سے مطلع کرتی ہے۔

یقینی طور پر قرآن ہمارے لئے اللہ کا عطا کردہ دستور وقانون ہے جس سے سرموانحراف کرنا بربادی وہلاکت ہے، اور یہ رمضان میں ہمیں حاصل ہوا، اسی ماہ کی ایک مبارک رات میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر پورا اتارا گیا جو اللہ کے نزدیک ایک ہزار سال کی عبادت سے بہتر رات ہے، لیلۃ القدر فرمایا یعنی قدرومنزلت والی رات جس کونصیب ہوجائے اور وہ عبادت سے اس رات کو آراستہ کرلے تو تراسی سال کی عبادت کا ثواب ایک رات میں پاجائے، اس لئے کہ قرآن کے نزول کی شب ہے، روح الامین حضرت جبرئیل اور فرشتوں کے دنیامیں اترنے اور عبادت میں مشغول بندوں کومغفرت ورحمت اور جنت کی بشارت دینے کی رات ہے۔

رمضان المبارک کوچونکہ قرآن سے مناسبت ہے، اس لئے پورے رمضان میں تراویح میں عشاء کی فرض نماز کے بعد قرآن سنانا اور سننا سنت مؤکدہ ہے، روزہ سے دل کی کدورت وغلاظت دور ہوتی ہے، نور ایمانی پیدا ہوتا ہے، شیاطین کے اثرات دور ہوتے ہیں، تو قرآن پڑھنے، سننے اور تلاوت کی پابندی کرنے سے دل کو ایمان کیطاقت وقوت مل جاتی ہے، پھر یہی طاقتور ایمان مسلمانوں کا سب سے بڑا ہتھیار ہوتا ہے جو باطل عناصر کے سامنے ڈٹ جاتا ہے اور اس کو تہہ وبالا کردیتا ہے، ایمانی قوت ہی ایک مسلمان کوہرمحاذ پر ہر میدان میں کامیاب وکامران بناتی ہے، ایمانی صلابت ہی مومن صادق کوراہ حق میں کوہ وبیابان اور دریاوسمندر طے کراتی ہے، طاغوتی ونمرودی قوتوں سے ٹکرانے اور ان پر غالب آنے جوش وولولہ پیدا کرتی ہے۔

کاش ہم فرزندان توحید اس سال ماہ رمضان المبارک میں واقعی اپنی زندگی سنوار لیں، اللہ سے رشتہ جوڑ لیں، رمضان المبارک جس کو مل گیا اور اس نے روزہ رکھ کر اپنے آپ کو تقویٰ کی نعمت سے قوی الایمان بنالیا تو پھر سر بلندی و سرفرازی اس کے لئے ہے۔

روزہ کی یوں تو بہت ساری خصوصیات حدیث میں وارد ہیں، روزہ شیطان سے بچنے کے لئے ڈھال ہے، روزہ فرشتوں جیسی خوبیاں پیدا کرتا ہے، لیکن روزہ کا ایک خاص امتیاز ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بندہ نے روزہ میرے لئے رکھا ہے، میرے لئے بھوک و پیاس برداشت کی ہے، میری رضا کے لئے بیوی سے قربت نہیں کی، تو میں ہی اس کی جزا ہوں یا میں ہی اس کو جزا دوں گا، کوئی مقدار اور حد نہیں بتائی، یہ خاص شان ہوتی ہے شاہوں کہ اس کو میں خود انعام دوں گا اور اللہ تو احکم الحاکمین ہیں کتنا انعام دیں گے وہی جانتے ہیں، اس لئے رمضان المبارک کی ناقدری ہر گز نہ ہونے پائے، یہی ہمارا عزم ہو۔

جنت کی خوشبو سے بھی محرومی:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت کی خوشبو پانچ سو (۵۰۰) سال کی مسافت کی دوری تک پہونچتی ہے مگر ماں باپ کا نافرمان، ایسا بدنصیب شخص ہے کہ جنت کی خوشبو اور ہوا سے بھی محروم رہے گا۔

”عن أبی هریرة قَالَ: قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُرَاحُ رِيْحُ الْجَنَّةِ مِنْ مَسِيْرَةِ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ، وَلاَ يَجِدُ رِيْحَهَا مَنَّانٌ بِعَمَلِهِ، وَلاَعَاقٌ، وَلاَمُدْمِنُ خَمْرٍ“۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، رقم: ۱۳۴۳۵، ورواه الطبرانی فی الصغیر)

ماخوذ از تفسیری خطبات حصہ اول

نشانِ راہ

عصرِ حاضر اور بچوں کی ابتدائی تعلیم وتربیت

ڈاکٹر ساجد خاکوانی

بشکریہ ماہنامہ الفاروق

ابتدائی تعلیم کا آغاز عہدِ الست کے ساتھ ہو گیا تھا، جب روحانی وحقیقی وجود ملتے ہی سب سے پہلے معرفتِ رب عطا کی گئی تھی اور ایک وعدہ لینے کے بعد اس دنیا میں بھیجنے کا انتظام کیا گیا۔ تاہم اگر کہا جائے کہ ابتدائی تعلیم کا آغاز ماں کے پیٹ میں ہی ہو جاتا ہے تو بے جا نہیں ہوگا۔ سب سے پہلے فطرت ہی تعلیم یا ابتدائی تعلیم کا آغاز کرتی ہے اور ہر ہر عضو کو اس کا فرضِ منصبی از بر کراتی ہے۔ آنکھوں کو دیکھنا سکھایا جاتا ہے، کانوں کو سننا سکھایا جاتا ہے، دل کو دھڑکنا اور معدے کو جہاں ہاضمہ کی ذمہ داری سونپی جاتی، وہاں جگر کا کام خون کی فراہمی ہوتا ہے اور گردوں کو خون صاف کرنے کا فن اس ابتدائی تعلیم میں ودیعت کیا جاتا ہے، علیٰ ہٰذا القیاس۔ قدرت کے کام میں کوتاہی تلاش نہیں کی جاسکتی، کیوں کہ اللہ نے سورہ ملک میں کہا:

اَلَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ هَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ كَرَّتَيۡنِ يَنۡقَلِبۡ اِلَيۡكَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيۡرٌ (الملک)

جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے، تو رحمٰن کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا، تو پھر نگاہ دوڑا، کیا تجھے کوئی شگاف دکھائی دیتا ہے؟ پھر دوبارہ نگاہ کر، تیری طرف نگاہ ناکام لوٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔

جس نے پوری کائنات بغیر کسی خامی کے بنائی ہے اور اسے بطور مثال انسان کے سامنے پیش کیا، اس کا تخلیق کردہ اشرف المخلوقات تو بلاشبہ: لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ (والتین) بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہے۔ اس فنِ تخلیق کا اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن کی اولین وحی کے ساتھ تذکرہ کیا اور ماں کے پیٹ کے دورانیہ کا ہی تذکرہ کیا جہاں انسان فطرت کی طرف سے اپنی ابتدائی تعلیم کے مراحل سے گزر رہا ہوتا ہے۔ قدرت تو اپنے کارِ تخلیق میں کوئی دقیقہ فروگزاشت

نہیں کرتی، لیکن انسان اپنی بے اعتدالیوں اور حدود اللہ سے گزر جانے والے نافرمانی کے رویوں کے باعث خدائی تخلیق میں بگاڑ کے اثرات کا بری طرح سے سامنا کرتا ہے اور پریشانیوں کا شکار ہو رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا اس طرح بنائی ہے کہ بہت کچھ انسان کے حواسِ خمسہ سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اور اسے **یُؤمِنُونَ بِالْغَیْب** کی تلقین کی گئی ہے۔ غیب کی ان اخبار میں جو حواسِ خمسہ کی دست رس سے باہر رکھے گئے ہیں ایک روحانی دنیا بھی ہے۔ روحانیت بھی بتاتی ہے کہ باپ سے وابستہ رزقِ حلال اور ماں کے اثرات براہِ راست پیٹ میں ابتدائی تعلیم پر ثبت ہو رہے ہوتے ہیں۔

اگر ماں ابتدائی تعلیم کے اس دورانیے میں پاک صاف رہے گی، عفت و پاک دامنی اس پر ختم ہوگی، صوم وصلوٰۃ کی پابند رہے گی، اذکار ودعوات وتسبیحات ووظائف اس کے معمولات کا حصہ ہوں گے، تلاوتِ قرآن مجید میں ناغہ نہیں کرے گی، اپنی خانگی ذمہ داریاں وخدمت گزاریاں بھی مقدور بھر ادا کرتی رہے گی اور کسی تکلیف پیش آجانے کی صورت میں ہائے وائے اور چیخنے چلانے کی بجائے صبر کا دامن تھامے رکھے گی تو وہ نیک اولاد کو جنم دے گی اور اس کے رحم میں ابتدائی تعلیم کی خواندگی تقویٰ اور پاک بازی سے عبارت ہوگی اور بصورتِ دیگر یہ دنیا فساق وفجار اور رجل الدراہم والدینار اور پیٹ کی خواہش اور پیٹ سے نیچے کی خواہش کے پجاریوں سے بھری پڑی ہے۔

جنم لیتے ہی ابتدائی تعلیم کا اگلا مرحلہ شروع ہوجاتا ہے۔ یہ مرحلہ کم وبیش دس سالوں تک محیط ہوتا ہے، جس کے بعد پھر ثانوی تعلیم کے مراحل شروع ہوجاتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم کی چار بنیادیں: اوائلِ عمری، معصومیت، خالی الذہنی اور مشاہدہ ہیں اور ابتدائی تعلیم کے چھ عناصر: خودشناسی، خداشناسی، حفظ، بنیادی اخلاقیات اور مبادیاتِ لسان وحسابیات اور تقابلات ہیں۔

ابتدائی تعلیم کی پہلی بنیاد اوائل عمری میں اولین جو کلام کانوں کے راستے دماغ کی گہرائیوں اور تاریکیوں تک پہنچتا ہے وہ پتھر پر لکیر کی طرح اَن مٹ اور عمر بھر کے لیے امر ہوجاتا ہے، چناں چہ دنیا میں قدم رکھتے ہی اس کے دائیں کان میں اذان دے کر اسے ابتدائی واولین تعلیم میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور درسِ توحید سے آشنائی فراہم کردی جاتی ہے اور بائیں کان میں اقامت کہہ کر اسے نماز جیسی بزرگ عبادت کا تعارف کرادیا جاتا ہے، جو عمر بھر کا ایک وظیفہ ہے، جو اسے تاحیات اور تادمِ مرگ جاری رکھنا ہے کہ روزِ

محشر سب سے پہلے اسی کے بارے میں پرسش ہونی ہے۔

اذان اوراقامت کے ابتدائی اسباق اس کے تاریک دماغ میں روشنی کاباعث بنتے ہیں اوراس کا قلب ونظروذہن وفکرنور سے بھرجاتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرۃ ۲۵۷)

اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں، یہی لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لیکن ابتدائی تعلیم ابھی نامکمل ہے، کیوں کہ معلم کی تعیناتی ابھی باقی ہے، چناں چہ خاندان کے کسی نیک ومتقی ودین دار بزرگ مرد یا خاتون کے ہاتھوں شہادت کی مقدس انگلی سے گھٹی دی جاتی ہے، تا کہ بزرگ کی نیک فطرت اس نومولود میں عود کرآئے۔عہد نبوی میں بچوں کو گھٹی کے لیے محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا تھا اور روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگشت مبارک سے بچے کے تالو پر شہد لگادیتے تھے، جسے وہ چاٹتا رہتا تھا۔یوں ابتدائی تعلیم کا قیمتی ترین مرحلہ ایک غیر رسمی تعلیمی ادارے میں شروع ہوجاتا ہے۔

اس عمر میں بچے کا ذہن بالکل اور کلیتاً خالی سلیٹ اور صاف تختی کی مانند ہوتا ہے، بہ ظاہر بچہ سو رہا ہوتا ہے یا خاموش ہوتا ہے یا صرف دائیں بائیں دیکھتے ہوئے نظر آتا ہے یا خود سے کھیل رہا ہوتا ہے اور مصروفِ محض ہوتا ہے، لیکن فی الحقیقت یہ سارا ماحول، آوازیں، مناظر اور خورد ونوشت وغیرہ اس کے ذہن پر اپنے قوی نقوش چھوڑ رہے ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ آنے والے دنوں میں اس کی شخصیت اور یقینی طور پر اس کے کردار کا حصہ بن جائے گا۔

ابتدائی تعلیم کی دوسری بنیاد معصومیت کے ساتھ ایک خاص عمر میں بچے کو رسمی تعلیمی ادارے میں داخل کردیا جاتا ہے، یہ وہ عمر ہوتی ہے جب بچہ اپنی حوائجِ فطریہ سے واقف اور کسی حد تک خود کفیل بھی ہو چکا ہوتا ہے، عمومی طور پر یہ ساڑھے تین سال کی عمر ہوتی ہے، لیکن اس میں کمی بیشی کی گنجائش ممکن ہے۔

ابتدائی تعلیم میں بچے کی تربیت میں یہ قربانی شامل ہے کہ وہ چند گھنٹے کے لیے ماں کی گود چھوڑ کر اپنے ابتدائی تعلیم کے ادارے میں آجاتا ہے۔ابتدا میں معصوم بچے پر یہ تبدیلی بوجھل ہوتی ہے، کچھ بچے اس

کا اظہار بھی کرتے ہیں اور ابتدائی تعلیم کے ادارے میں جاتے ہوئے روتے ہیں، ٹانگیں چلاتے ہیں، شور مچاتے ہیں اوران کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ کسی بھی طرح گھر کو لوٹ جائیں، جو فرد انہیں چھوڑنے جاتا ہے اس سے چمٹے رہتے ہیں یا پھر تقاضا کرتے ہیں کہ یہ بھی ادارے میں رک جائے، لیکن کچھ بچے بظاہر اظہار نہیں کرتے، لیکن خاموش رہتے ہیں، سہمے ہوئے اور ڈرے ہوئے رہتے ہیں، اپنا بستہ اور کتابیں کاپیاں سنبھال کر رکھتے ہیں، کیوں کہ اس اجنبی ماحول میں یہی بستہ اس کا اپنا ہے اور باقی سب نا آشنا اور غیر ہیں اور اگر اسی ادارے میں ان کا کوئی بھائی، بہن، پڑوسی یا رشتہ دار پڑھتا ہو تو وہ چاہتے ہیں کہ اسی کے ساتھ جا کر بیٹھ جائیں۔ یہ بچے ادارے کے بند ہونے اور چھٹی کے وقت کا بہت بیتابی سے انتظار کرتے ہیں اور دوڑ لگا کر ایسے نکلتے ہیں جیسے انہیں باندھ کر رکھا گیا تھا، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان کی اپنے ہم جولیوں سے دوستیاں ہوجاتی ہیں اور معلم اور ماحول سے مانوس ہوجاتے ہیں اور پھر شوق سے بھاگتے ہوئے مدرسے جاتے ہیں اور وہاں بہت اچھا وقت گزارتے ہیں، یہ ان کی معصومیت کا ایک اور پرتو ہے۔

ابتدائی تعلیم کی تیسری بنیاد خالی الذہنی ہے، اس میں بچے کو سب سے پہلے عقیدہ یاد کرایا جاتا ہے، یہاں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ صرف مثبت پہلو یاد کرائے جائیں، کیوں کہ منفی پہلوؤں کے باعث ابتدا سے ہی اس کا خالی ذہن مشکل میں پڑ سکتا ہے۔ عقیدہ کی تعلیم اسے سنائی جائے گی اور اسے دہراتا رہے گا اور اس طرح ذہن نشین ہوجائے گی۔ ابتدائی تعلیم میں اس حد تک تربیت بھی شامل ہے کہ اسے عقیدہ پر یقین کرنے کے لیے کسی دلیل کی طرف دھکیلنے سے احتراز کیا جائے، اسے صرف یہ معلوم ہو کہ معلم یا معلمہ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اسے ازبر کرنے ہیں، کیوں کہ یہ سو فیصد سچے ہیں۔ دلائل اول تو اس کی خالی ذہنی سطح سے بالاتر ہوں گے اور پھر اسے ہر بات دلائل کے ساتھ ہی ماننے کی عادت پڑ جائے گی اور اساتذہ کے لیے ایسے بچے کو ترسیلِ تعلیم مشکل میں ڈالے رکھے گی۔

بنیادی تعلیم کی چوتھی بنیاد مشاہدہ کے مطابق عقیدہ کے ساتھ اچھے اخلاق اسے عملاً سکھائے جائیں گے، تا کہ پہلے وہ اچھی طرح دیکھ لے اور پھر اسے اپنی شخصیت میں جذب کرلے، یہ ایک طرح سے تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ہے، مثلاً صفائی کی تعلیم دی جائے گی کہ کوڑا کرکٹ ایک خاص جگہ پر پھینکا جائے، اپنے ہاتھ، منہ، دانت، کپڑے، جوتے، کتب، کھلونے اور اٹھنے بیٹھنے کے مقامات مٹی سے پاک ہوں۔ کھانے کے آداب سکھائے جائیں کہ سب مل جل کر ایک برتن میں کھاتے ہیں، پہلے دوسروں کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں، دائیں ہاتھ سے لقمہ توڑتے ہیں، اپنے سامنے سے کھایا جاتا ہے، آخر میں برتن صاف

کرتے ہیں، خواہ انگلی سے ہی کرنا پڑے، برتن واپس اپنی جگہ پر رکھتے ہیں، کھانے سے پہلے، درمیان اور آخر میں پڑھی جانے والی دعائیں اور اکل وشرب کے دیگر مسنون طریقے ان کی تربیت کا حصہ ہوں۔

بنیادی تعلیم کے عناصر خمسہ

خودشناسی، خداشناسی، حفظ، بنیادی اخلاقیات ومبادیاتِ لسان وحسابیات اور تقابلات کو باہم جدا نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ تعلیم ایک ہمہ گیر عمل ہے، جس میں یہ کل عناصر مل کر ایک نظام کو متحرک رکھتے ہیں، چناں چہ صبوحی دعا میں انہیں ایک بچے کی پیروی میں اپنے روز کے اسباق دہرانے ہوتے ہیں، یہاں ان بچوں کو ادب واحترام اور اطاعت کیشی کا درس ملتا ہے، ایک بچہ تلاوت کرتا ہے، باقی سب سر نیچے کیے، ہاتھ باندھے صرف سنتے ہیں۔ ایک بچہ نعت سناتا ہے، باقی سب ہمہ تن گوش ہوکر خاموش رہتے ہیں اور صرف سماعت کرتے ہیں۔ پھر کلامِ اقبال سے لب پہ آتی ہے دعا پڑھائی جاتی ہے، تین بچے پڑھتے ہیں اور ان کی متابعت میں سب بچے اسی مصرعے کو دہراتے ہیں، اس کے بعد جملہ صبوحی اسباق بھی اسی طرح اطاعت کیشی کے درس کے ساتھ یاد کرائے جاتے ہیں۔

سب بچوں کو باری باری آگے لاکر موقع فراہم کرنا چاہیے کہ وہ دوسرے بچوں کو یاد کرائیں۔

اس چھوٹی سی عمر میں اور ابتدائی تعلیم میں زبانی یاد کرانا بہت آسان ہوتا ہے، کیوں کہ کوئی بھی سبق متعدد بار دہرانے سے ابتدائی تعلیم کی اس عمر میں بچے کی خالی تختی پر نقش ہوجاتا ہے۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بچے کو نماز یاد کرادینی چاہیے، اسی طرح قرآن مجید کی آخری سورتیں اور کچھ زیادہ فضیلت کی بڑی سورتیں بھی بچے بآسانی یاد کرلیتے ہیں۔ بعض ابتدائی تعلیم کے ادارے پورا قرآن مجید بھی حفظ کرادیتے ہیں۔ قرآن مجید کے حفظ سے دماغ اپنی استعداد سے بڑھ کر کام کرنے لگتا ہے اور اگلے تعلیمی مرحلوں میں حفاظ بچے باقی بچوں کی نسبت زیادہ سرعت سے اسباق کو ہضم کرپاتے ہیں اور روحانی برکات اس کے سوا ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے ابتدائی مرحلے صرف زبانی یاد کی حد تک یا سمعی وبصری تعلیم کی حد تک ہی ہونے چاہئیں، بعد کے مراحل میں انہیں ابتدائی خواندگی کی طرف لے جایا جائے گا، جس میں حروف کی پہچان، جوڑ توڑ اور معمولی حساب بھی شامل ہے۔

مقابلے کی فضا ابتدائی تعلیم میں بہت اچھے نتائج سامنے لاتی ہے۔ نصابی سرگرمیوں میں جب ہم جولیوں سے مقابلہ درپیش ہو تو جیتنے کا جذبہ بچے کو اپنی پوری صلاحیتیں بروئے کار لانے میں مددگار ومہمیز ثابت

ہوتا ہے۔ یہاں ایک امر قابلِ غور ہے کہ اس چھوٹی اور معصوم عمر میں شکست کے بھی بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، جو شخصیت میں منفی رجحانات پیدا کرنے میں دیر نہیں لگاتے، چناں چہ مدرسے کی انتظامیہ کو بہت دقیق نظر سے دیکھنا ہوگا کہ سو فیصد بچے کام یابی کا تمغہ سینے پر سجائے گھروں کو سدھاریں۔

اس کا بہت آسان طریقہ ہے، پہلے نصابی سرگرمیوں میں کام یابیاں فراہم کی جائیں۔ بصورت دیگر انتظامیہ اپنی طرف سے اطاعت وفرماں برداری، باقاعدگی، حسنِ لباس، ادب واحترام، پابندیِ وقت، صفائی یا کسی بھی اور اخلاقی فضیلت کو معیار بنا کر اسے اعتماد فراہم کر دے اور یوں سب نونہال مدرسہ سے نہال ہو کر گھروں کو لوٹیں اور اپنے والدین کو اپنی کام یابی کی داستانیں سناتے ہوئے اگلے دن ذوق وشوق سے بھاگتے ہوئے اور چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنے کمرہ جماعت میں داخل ہوں۔

بنیادی تعلیم کی کام یابی کا ایک ہی پیمانہ ہے کہ بچہ اگلے مرحلہ تعلیم میں اپنے شوق سے داخل ہو اور وہ اپنی نئی کتب کا منتظر ہو، اپنے نئے اساتذہ سے مسرتِ ملاقات اس کے رویے سے ہویدا ہو اور اس کے خواب نئی عمارت اور بڑے بڑے کھیل کے میدانوں کی تعبیر سے آراستہ ہوں، اس کے لیے کسی طرح کے تحریری، تقریری، زبانی یا نمائشی امتحانات کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے، بہت چھوٹی عمر میں اور خاص طور پر بنیادی تعلیم کے دورانیے میں امتحانات کا انعقاد بچوں میں تعلیم کے لیے نفرت، دوری، بے رغبتی اور عدمِ اشتیاق کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ بنیادی تعلیم کی یہ عمر ماحول سے حاصل کیے گئے اثرات کے سو فیصد انطباق کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔

اگر کہیں مقاصدِ تعلیم کے حصول میں کلی یا جزوی ناکامی مشاہدے میں آتی ہے تو انتظامیہ، اساتذہ، نصاب اور ماحول کو تبدیل کرنے یا ان میں بہتری لانے کی ضرورت ہے، بچے اس سے کلیتاً مبرا ہیں۔ سو فیصد بچوں کو جو دورانیہ تعلیم مکمل کر چکے ہوں انہیں بلا تخصیص وتمیز اگلے مرحلوں میں بڑھا دینا ہی تعلیمی کارکردگی میں بہتری کی ضمانت ہوگی، جو ان میں اعتماد اور شوق اور مزید آگے بڑھنے کا جذبہ بھی پیدا کرے گی۔ تاہم اگر کچھ بچے دورانیہ تعلیم کے درمیان میں داخل ہوئے ہوں اور وہ باقی ہم جماعت ساتھیوں سے اپنے اسباق میں ابھی پیچھے ہوں تو اساتذہ کرام سے مشاورت کے نتیجے میں انہیں حالیہ درجے میں ہی روک لینا قرین قیاس ہوگا، تاکہ ان کی بنیادیں پختگی لائی جا سکے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس ٹھہراو کو اپنی ناکامی پر محمول نہ کریں اور بخوشی اس فیصلے کو قبول کرلیں۔

علمی تحقیق

پہلی قسط

مسجدِ نبوی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) میں نماز کا ثواب

مولانا محمد معاویہ سعدی

استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم کی اہمیت کے پیش نظر پوری دنیا کے اہل علم حدیث اور فن حدیث کے سلسلہ میں استصواب کے لئے مختلف سوالات شعبہ کو ارسال کرتے ہیں، پوری تحقیق اور علمی دیانتداری کے ساتھ یہاں سے اس کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

جنوبی افریقہ سے ایک عالم دین نے مندرجہ ذیل سوالات ارسال کئے تھے، شعبہ کے استاذ رفیق گرامی منزلت مولانا محمد معاویہ سعدی نے پوری تحقیق کے ساتھ اس کے جوابات لکھے جو ان کو بھیج دیئے گئے، الحمدللہ انھیں اطمینان ہوا۔

''علمی تحقیق'' عنوان کے تحت وہی سوالات و جوابات قارئین ماہنامہ کے استفادہ کے لئے پیش کئے جارہے ہیں۔ عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

سوال: (۱) مسجدِ نبوی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) میں نماز کی فضیلت سے متعلق جو متعدد روایات وارد ہوئی ہیں اُن کی کیا حیثیت ہے، اور اُن میں کونسی روایت راجح ہے؟

(۲) بابِ فضائل میں اگر حدیثِ ضعیف، حدیثِ صحیح کے معارض ہوجائے تو کیا اس کو تعارض مان کر حدیثِ صحیح کو ترجیح دی جائے گی، یا دونوں حدیثوں پر عمل کیا جائے گا؟

(۳) ''**لا مفهوم للعدد**'' جو اصول ہے، اس کا مطلب اور محمل کیا ہے؟

جواب (بعون الملک الوہاب الملہم للصواب):

۱- جاننا چاہیے کہ احادیثِ صحیحہ میں ''عام مساجدِ جمعہ وجماعت'' کے علاوہ، بحیثیتِ مجموعی تین خاص مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلتیں وارِد ہوئی ہیں: مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی، مسجدِ اقصیٰ۔

مسجدِ نبوی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) میں نماز کی فضیلت سے متعلق مختلف حدیثیں وارِد ہوئی ہیں، جن میں سے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بخاری (۱۱۹۰)، مسلم (۱۳۹۴)، ترمذی (۳۲۵) اور نسائی (۶۹۴) وغیرہ میں ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

صلاة في مسجدي هذا خيرٌ من ألفِ صلاة - أو كألفِ صلاةٍ - فيما سواه من المساجد، إلا أن يكون المسجدَ الحرامَ. واللفظ لمسلم.

میری اِس مسجد میں ایک نماز ''خیر'' ہے (اور بعض روایات کے مطابق ''افضل'' ہے) اِس کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازوں سے (یا فرمایا کہ دیگر مساجد کی ایک ہزار نمازوں کی طرح ہے) سوائے مسجدِ حرام کے۔

اِسی طرح کا مضمون مسلم (۱۳۹۵) ونسائی (۲۸۹۷) میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث میں، اور مسلم (۱۳۹۶)، ونسائی (۲۸۹۸) ہی میں حضرت میمونہؓ کی حدیث میں بھی وارِد ہوا ہے، اِن کے علاوہ یہ مضمون حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوسعید خدری، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم، اور بعض دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے۔

مذکورہ بالا روایات کا حاصل یہ ہے کہ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنا دیگر مساجد کے مقابلے میں ایک ہزار گُنا افضل ہے، مگر مسجدِ حرام اِس تقابل اور تضاعُف سے مستثنیٰ ہے، اَب مسجدِ حرام میں اور مسجدِ نبوی میں آپس میں کیا نسبت ہوگی؟ اِس میں تین اِحتمال ہیں:

ایک یہ کہ دونوں کا ثواب برابر ہو۔

دوسرے یہ کہ مسجدِ نبوی کا ثواب مسجدِ حرام سے زیادہ ہو۔

تیسرے یہ کہ مسجدِ حرام کا ثواب مسجدِ نبوی سے زیادہ ہو۔

۱-: علامہ ابن حزم ظاہریؒ (المحلی ۵/۳۳۱) اور ابن بطالؒ وغیرہ بعض حضرات تساوِی ہی کے قائل ہیں، کہ جب تینوں ہی اِحتمالات موجود ہیں تو کسی ایک کو ترجیح کیوں کر دی جا سکتی ہے؟ لہٰذا دونوں کا ثواب برابر مانا جائے!۔

مگر اِس رائے کو جمہور علماء نے دیگر دلائل کی روشنی میں ردّ فرما دیا ہے۔

۲-: علامہ مازریؒ، قاضی عیاضؒ، اور قرطبیؒ وغیرہ (بہت سے شراحِ مسلم وعلمائے مالکیہ) نے پورے جزم کے ساتھ دوسرے اِحتمال کو راجح قرار دیا ہے، کہ مسجدِ نبوی کا ثواب مسجدِ حرام سے بھی زیادہ ہے، بس فرق یہ ہے کہ دیگر مساجد کے مقابلہ میں مسجدِ نبوی کا ثواب ایک ہزار گنا ہے تو مسجدِ حرام کے بالمقابل ایک ہزار سے کم (مثلاً: سو گُنا، یا نو سو گنا) ہوگا!۔ امام مالک کے شاگرد عبد اللہ بن نافعؒ کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب ہے: **فإن الصلاة في مسجدي أفضل من الصلاة فيه بدون ألفِ صلاة۔**

اِن حضرات نے اِسی کو حضرت عمرؓ، بعض اور صحابہؓ، امام مالکؒ اور اکثر اہلِ مدینہ کا مذہب قرار دیا

ہے، اور وہ اس کے لیے تین دلیلیں پیش فرماتے ہیں:

پہلی دلیل: حضرت عمرؓ کا اثر، جس میں آپ سے مسجدِ حرام کا ثواب دیگر مساجد کے بالمقابل سو گنا نقل کیا گیا ہے، اِس سے معلوم ہوا کہ مسجدِ نبوی کا ثواب دیگر مساجد کے مقابلے میں تو ایک ہزار ہوگا، مگر مسجدِ حرام کے مقابلے میں صرف نو سو گنا ہوگا، پورے ایک ہزار گنا نہ ہوگا۔

دوسری دلیل: حضرت ابوہریرہؓ کی مذکورہ بالا روایت کے آخر میں مسلم ونسائی میں یہ زیادتی بھی ہے: **فإني آخِرُ الأنبياء، وإن مَسجِدي آخِرُ المساجِدِ.** تو اِس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی کی فضیلت کی وجہ یہ بتلائی کہ جیسے میں آخری نبی ہوں، ایسے ہی وہ آخری (آسمانی) مسجد ہے (جو وَحی کی بنیاد پر تعمیر کی گئی ہے)۔

اور یہ معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "خاتم النبیین" ہونے کی وجہ سے "افضل الانبیاء" ہیں، لہٰذا آپ کی مسجد بھی "خاتم المساجد" ہونے کی بنا پر "افضل المساجد" ہوئی۔

تیسری دلیل: مسجدِ حرام کا استثناء "**فیما سواہ من المساجد**" سے کیا گیا ہے، اور دیگر مساجد جب مسجدِ نبوی کے مقابلے میں مفضول (اور اَجر میں کم) ہیں، تو مستثنیٰ کا حکم بھی مستثنیٰ منہ والا ہی ہوگا، کہ وہ بھی مفضول ٹھہرے گا، لہٰذا مسجدِ حرام کی نماز کا ثواب مسجدِ نبوی کے ثواب سے کم ہی ہوگا (انظر: شروح صحیح مسلم: المُعلم للمازری ۵۵۶، وإکمال المعلم للقاضی عیاض ۳۹۴/۴، والمفہم للقرطبی ۱۲۴۶)۔

مذہبِ جمہور:

۳-: جمہور علماء کے نزدیک بہت سی صحیح اور صریح اَحادیث کی بنا پر (جیسا کہ آئندہ آئیں گی) تیسرا اِحتمال کہ "مسجدِ حرام کا ثواب مسجدِ نبوی سے زیادہ ہے" یہ ہی متعین ہے، اور اِس کے علاوہ دونوں اِحتمال یا فاسد ہیں، یا مرجوح، جیسا کہ تفصیل آگے آتی ہے اِن شاءاللہ۔

تفضیلِ مسجدِ نبوی کے قائلین کے مذکورہ دلائل کا جواب:

پہلی دلیل کا جواب: جہاں تک حضرت عمرؓ کے اثر کی بات ہے تو اُس کو حافظ ابن عبد البر مالکیؒ نے متن وسند ہر دو لحاظ سے مضطرب قرار دیا ہے: متن کے پہلو سے تو اِس معنی کر کہ اگر اُس کے بعض طرق میں حضرتِ عمرؓ سے مذکورہ بالا مضمون آیا ہے تو دیگر بعض طرق میں حدیثِ مشہور کے مطابق یہ الفاظ بھی وارِد

ہوئے ہیں: ''صلاة في المسجد الحرام أفضل من ألفِ صلاةٍ فيما سواه إلا مسجد الرسول، فإنما فضلُه عليه بمئةِ صلاة''۔اورسند کے پہلو سے اِس طور پر کہ اس کے بعض طرق میں ''عن عطاء، عن عبد الله بن الزبير، عن عمر''، بعض میں ''عن عطاء، عن عبد الله بن الزبير، عن ابن عمر''، اور بعض میں ''عن عطاء، عن عبد الله بن الزبير، عن النبي صلى الله عليه وسلم'' آیا ہے۔(التمہید ۶/۲۰-۲۲،والاستذکار ۲/۴۶۱)۔

دوسری دلیل کا جواب: احقر راقم السطور عرض کرتا ہے کہ دوسری دلیل کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ اگر مسجدِ نبوی کی فضیلت ''نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کی وجہ سے ہے، تو مسجدِ حرام کی فضیلت ''نسبتِ باری تعالیٰ'' کی بنا پر ہے، جیسا کہ بخاری (۱۰۴) ومسلم (۱۳۵۴) کی حدیث میں ہے: إن مكة حرَّمَها الله، ولم يُحَرِّمها الناس (بے شک مکہ کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے، انسانوں نے نہیں)، تو نسبتوں کے اختلاف سے جو فرقِ مراتب قرآن وحدیث کے مابین پایا جاتا ہے، وہی یہاں بھی ہونا چاہیے۔ واللہ اعلم

تیسری دلیل کا جواب: مشہور قاعدہ ہے: إذا جاء النصّ بطل القياس (جب کسی محتمل مسئلہ سے متعلق واضح تصریح موجود ہو تو قیاس لگانے کی ضرورت ہی نہیں ہے)، چوں کہ یہاں مستثنیٰ منہ کے مرتبہ کی تعیین سے متعلق مستقل نصوص موجود ہیں، اِس لیے اُن کے ہوتے ہوئے اِستثناء اور مستثنیٰ کے عام قواعد کی طرف رجوع کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔

حافظ ابن عبد البر مالکیؒ فرماتے ہیں :

... لا مدخل فيها للنظر، إنما تعرف الفضائل في مثل ذلك بالتوقيف، لا بالاستنباط والاجتهاد (الاستذکار ۲/۴۶۰) (اِس طرح کے مسائل میں قیاس کا کوئی دخل نہیں ہوتا، فضائل: خبر اور توقیف سے جانے جاتے ہیں، استنباط اور اجتہاد سے نہیں)۔

علامہ سندیؒ حاشیۂ سنن ابن ماجہ میں فرماتے ہیں :

... ما سيجيء من حديث جابر في الكتاب نصّ في الباب، فلا ينبغي التكلم بغيره (رقم الحديث ۱۴۰۴) (حدیثِ جابر (وغیرہ) کے حوالے سے کتاب میں جو تصریح آرہی ہے وہ نصّ فی الباب ہے، اِس لیے اس کے علاوہ کسی اور بات کا قائل ہونا مناسب ہی نہیں ہے)۔

چنانچہ ''مسندِ احمد'' (۴۸۳۸ طبعۃ الأرنؤوط) میں حضرت ابن عمرؓ سے بسندِ صحیح مروی ہے: عن النبي

صلى الله عليه وسلم أنه قال: صلاة في مسجدي هذا أفضل من ألف صلاة فيما سواه من المساجد، إلا المسجد الحرام فهو أفضل (میری اِس مسجد میں نماز دیگر مساجد کے بالمقابل ایک ہزار گُنا افضل ہے، سوائے مسجدِ حرام کے، کہ وہ (اِس سے بھی) افضل ہے)۔

اس کے حاشیہ میں علامہ سندیؒ فرماتے ہیں :

أي: فالمسجد الحرام: الصلاةُ فيه أفضل من الصلاة في مسجدي، ولا يخفى أن هذا تصريح بما قُصِد بالاستثناء، فعليه التعويل، وبه قال الجمهور (...اِس حدیث میں اِستثناء کی مراد کی وضاحت آ گئی، لہٰذا یہی معتمد ہوگی، اور اِسی کے جمہور قائل بھی ہیں)۔

مسجدِ حرام کی صریح افضلیت کا یہ مضمون مسندِ احمد (۱۶۱۱۷)، اور صحیحِ ابن حبان (۱۶۲۰) میں سندِ صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی روایت میں بھی آیا ہے... :

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: صلاة في مسجدي هذا أفضلُ من ألفِ صلاةٍ فيما سواه من المساجد، إلا المسجد الحرام، وصلاة في المسجد الحرام أفضل من مئةِ صلاةٍ في هذا (میری اِس مسجد میں ایک نماز دیگر مساجد کے بالمقابل ایک ہزار گُنا افضل ہے، سوائے مسجدِ حرام کے، اور مسجدِ حرام میں ایک نماز اِس مسجد (نبوی) میں سو نماز سے زیادہ افضل ہے)۔

نیز مسند احمد (۱۴۶۹۴)، ابن ماجہ (۱۴۰۶) اور بہت سی کتابوں میں بروایتِ ثقات حضرت جابرؓ کی روایت میں بھی یہی مضمون وارِد ہوا ہے، البتہ اس میں الفاظ اِس طرح ہیں :

...وصلاة في المسجد الحرام أفضل من مئةِ ألف صلاة (اور مسجدِ حرام کی ایک نماز ایک لاکھ گُنا افضل ہے)۔

مگر طحاوی کی "شرح معانی الآثار" (۴۸۰۲)، اور "شرحِ مشکل الآثار" (۵۹۹) میں "أفضلُ من مئةِ صلاة" ("ایک لاکھ گُنا" کے بجائے "سو گُنا") ہی واقع ہوا ہے، اِسی طرح مسندِ احمد اور ابن ماجہ کے نسخوں میں بھی اختلاف ہے۔

اِس اختلاف کو حل کرتے ہوئے حافظ صاحبؒ "فتح الباری" (۱۱۹۰) میں فرماتے ہیں: فعلى الأول: معناه: فيما سواه إلا مسجد المدينة، وعلى الثاني: معناه: من مئة صلاة في مسجد المدينة

(یعنی: مسجدِ حرام کا ثواب ''ایک لاکھ گنا'' تو دیگر مساجد کے مقابلہ میں ہوگا، اور ''سو گنا'' مسجدِ نبوی کے بالمقابل ہوگا)۔

علامہ سندیؒ فرماتے ہیں: **قلت: والتوفيق بينهما بحمل مئة صلاة على أنها مئة بالنظر إلى مسجده صلى الله عليه وسلم، فصارت مئة ألف بالنظر إلى المساجد الأخرى، والله تعالى اعلم** (میں کہتا ہوں کہ دونوں کے درمیان تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ ''سو گُنے زائد ثواب'' والی روایت مسجدِ نبوی کے بالمقابل ہو، اور چوں کہ مسجدِ نبوی کا ثواب دیگر مساجد کے مقابلے میں ''ایک ہزار گنا'' ہے، اِس اعتبار سے مسجدِ حرام کا ثواب دیگر مساجد کے مقابلہ میں ''ایک لاکھ گنا'' ہو گیا۔ واللہ اعلم (حاشیۂ مسند تحقیق الارنو وط ۱۴۶۹۴)۔

اِن حضرات کی اِس توجیہ کی تائید مسندِ بزار (۴۱۱۲) میں موجود حضرت ابوالدرداءؓ کی اِس روایت سے بھی ہوتی ہے: **رفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم: الصلاة في المسجد الحرام بمئةِ ألفِ صلاة، والصلاة في مسجدي بألفِ صلاة، والصلاة في بيت المقدس بخمس مئة صلاة. وقال البزار: إسناده حسن.**

حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں: **فوضح بذلك أن المراد بالاستثناء تفضيل المسجد الحرام، وهو يرد على تأويل عبد الله بن نافع وغيره** (کہ اِس سے اُس استثناء کی مراد واضح ہوگئی، اور عبد اللہ ابن نافع وغیرہ علماء کی مذکورہ بالا تاویلات کا ردّ ہو گیا)۔

نیز مسجدِ حرام کی نماز کے ایک لاکھ گُنا کی یہ فضیلت ''سننِ ابن ماجہ'' (۱۴۱۳) میں بسندِ ضعیف حضرت اَنس ابن مالکؓ کی حدیث سے بھی وارِد ہوئی ہے، اِسی طرح سندِ ضعیف ہی سے بحوالہ ''معجم کبیر'' للطبرانی، زرکشیؒ نے ''إعلام المساجد'' (ص ۱۱۸) میں بروایت حضرت ابن عباسؓ یہی مضمون نقل کیا ہے، اِسی طرح ''کتاب الآثار'' (رقم: ۳۲۰ بروایت امام یوسفؒ) میں حضرت امام ابوحنیفہؒ سے مرفوعاً بلاغاً بھی یہ مضمون وارِد ہوا ہے۔

ابن عبدالبر مالکیؒ نے ''التمہید'' (۶/ ۲۳) میں عطاء بن ابی رباحؒ سے، اور (۶/ ۳۲) حضرت سفیان بن عیینہؒ سے گذشتہ احادیث کی توجیہ بھی یہی نقل کی ہے، ابن عیینہ کے الفاظ یہ ہیں: **قال سفيان: فيرون أن الصلاة في المسجد الحرام أفضل من مائة ألف صلاة فيما سواه من المساجد** (یعنی: سلف کا خیال تھا کہ مسجدِ حرام کی ایک نماز دیگر مساجد کے مقابلہ میں — سوائے مسجدِ نبوی کے — ایک لاکھ گنا افضل ہے)۔

خلاصۂ بحث:

۱-:مسجدِ نبوی کا ثواب دیگر مساجد کے مقابلہ میں ایک ہزار گنا ہے،سوائے مسجدِ حرام کے، کیوں کہ مسجدِ حرام کا ثواب مسجدِ نبوی سے زیادہ ہے۔

۲- :مسجدِ حرام کی مسجدِ نبوی پر یہ فضیلت دیگر مساجد کے مقابلہ میں سو گُنا ہے۔

۳- :چوں کہ مسجدِ نبوی کی فضیلت دیگر مساجد کے بالمقابل ایک ہزار گنا ہے، اِس لیے اُس ایک ہزار کو سو گنا کیا جائے تو ایک لاکھ ہو جاتا ہے، لہٰذا مسجدِ حرام کی دیگر مساجد پر فضیلت ایک لاکھ گنا ہے۔

مسجدِ نبوی (علیٰ صاحبہ الصلاۃ والسلام) کی مزید فضیلت؟

احادیثِ صحیحہ میں تو "مسجدِ نبوی" کی دیگر مساجد پر فضیلت "ایک ہزار گنا" ہی وارد ہوئی ہے، مگر بعض روایاتِ ضعیفہ میں "پچاس ہزار گنا"، اور بعض میں "دس ہزار گنا" کا بھی ذکر ہے۔

(۱) چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ابن ماجہ (۱۴۱۳) میں اِس طرح ہے:

عن أنس بن مالك قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:صلاة الرجل في بيته بصلاةٍ، وصلاتُه في مسجد القبائل بخمس وعشرين صلاةً، وصلاتُه في المسجد الذي يُجمَّعُ فيه بخمس مئةِ صلاة، وصلاتُه في المسجد الأقصى بخمسين ألف صلاة، وصلاتُه في مسجدي بخمسين ألف صلاة، وصلاة في المسجد الحرام بمئةِ ألف صلاة.

آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے، محلہ کی مسجد میں پچیس گنا، جامع مسجد میں پانچ سو گنا، مسجدِ اقصیٰ میں پچاس ہزار گنا، میری مسجد (نبوی) میں پچاس ہزار گنا، اور مسجدِ حرام میں ایک لاکھ گنا۔

اِس روایت میں دو باتیں اہم ہیں: ایک تو مسجدِ نبوی کی فضیلت پچاس ہزار گنا ہونا۔ دوسرے مسجدِ اقصیٰ کے بالمقابل اُس میں زیادتی نہ ہونا۔ اور یہ دونوں ہی باتیں عام روایاتِ صحیحہ مشہورہ کے خلاف ہیں۔

اِس لیے کہ مسجدِ اقصیٰ سے متعلق مشہور روایات پانچ سو گُنے اضافے کی ہیں (اگرچہ بعض روایات میں "ایک ہزار گُنے" کا بھی ذکر ہے، اور حافظِ عراقی رحمہ اللہ کا میلان اُسی کو ترجیح دیتے ہوئے مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کی فضیلت کے درمیان تساوِی ہی کی طرف ہے (کما فی "طرح التثریب"۶/۵۲)) مگر خطیب ابوبکر واسطی رحمہ اللہ

''پچاس ہزار گُنے'' والی مذکورہ حدیث کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وهو حديث مضطرب؛ ''أن الصلاة فيه بخمسين ألف صلاة''، وهذا محال، لأن مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم أفضل منه، والصلاة فيه تفضل على غيره بألف صلاة، وقد روي في بيت المقدس التفضيلُ بخمس مئة، وهو أشبه. (فضائل البیت المقدس ص ۵۱) (وہ حدیث مضطرب ہے، اِس لیے کہ اِس میں مسجدِ اقصیٰ کے لیے ''پچاس ہزار گنے'' کا ذکر ہے، اور یہ ناممکن ہے، اِس لیے کہ مسجدِ نبوی بہرحال اُس سے افضل ہے، اور اُس کا ثواب (احادیثِ صحیحہ کے مطابق) ایک ہزار ہی ہے (تو مسجدِ اقصیٰ کا پچاس ہزار کیوں کر تسلیم کیا جاسکتا ہے؟!)، ویسے مسجدِ اقصیٰ کے لیے پانچ سو گنے کی فضیلت بھی وارِد ہوئی ہے، اور دلائل کے لحاظ سے یہ زیادہ مناسب ہے)۔اھ۔

نیز اِس حدیثِ مذکور کی سند (ایک راوی کی جہالت، اور ایک کے ضعف کی بنا پر) نہایت ضعیف بھی ہے، اِسی وجہ سے علامہ ذہبیؒ نے بھی اِس پر ''منکر جداً'' کا حکم لگایا ہے (میزان الاعتدال ۱۰۱۵۳)۔

اِسی طرح حافظ ابن رجب حنبلیؒ: ابونصر ابن ماکولاؒ سے نقل فرماتے ہیں: هو حديث منكر، ورجاله مجهولون، وقد رُوي عن أنس نحوه من طرقٍ كلها لا تثبت (فضائل الشام للحنبلی ۳/ ۲۸۴)۔

۲– ''دس ہزار گنا'' کا لفظ حضرتِ انسؓ کی حدیث سے حافظِ منذریؒ نے بصیغۃِ ''عَن''، ''الترغیب والترہیب'' (۱/ ۲۴۳) میں نقل کیا ہے، اور حافظِ عراقیؒ نے ''تخریج الإحیاء'' میں (ص ۲۳۹ : پر) اس کی سند کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

اِسی طرح یہ لفظ زرکشیؒ نے ابن عباسؓ کی حدیث سے ''معجمِ کبیر'' للطبرانی کے حوالے سے نقل کرکے اس کو ''غریب'' کہا ہے۔

یہ تمام تر تفصیلات سوالِ اول کہ ''مسجدِ نبوی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) میں نماز کی فضیلت سے متعلق جو متعدد روایات وارِد ہوئی ہیں اُن کی کیا حیثیت ہے، اور اُن میں کونسی روایت راجح ہے؟'' کے جواب سے متعلق تھیں۔ (باقی دو سوالوں کے جواب اگلی اشاعت میں، ان شاء اللہ)

اہلِ خیر حضرات متوجہ ہوں

مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے ملک کے بیشتر علاقوں میں سفراء حضرات فراہمیٔ مالیات کا کام کررہے ہیں، یہ سفراء حضرات سال کے اکثر حصہ میں اپنے حلقہ میں پہنچ کر فرائض منصبی انجام دیتے ہیں اور معاونین مدرسہ کے عطیات ان کی خواہش کے مطابق دینی مصرف پر خرچ کرنے کے لیے مدرسہ میں لاکر جمع کرتے ہیں۔

رمضان کے مبارک مہینے میں خیر اور طاعات کی جانب لوگوں کا رجحان زیادہ ہوتا ہے اسی لئے امت کے اکثر حضرات اسی ماہ میں زکوٰۃ، صدقات اور مدارس کے تعاون کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

مظاہر علوم کی جانب سے ملک کے مختلف حلقوں میں جو سفرائے کرام سفر کرتے ہیں ان کی فہرست اور ان کا رابطہ نمبر شائع کیا جارہا ہے تاکہ خیر کے متلاشی حضرات کے لئے سہولت ہو۔

اگر کسی سفیر سے رابطہ نہ ہوسکے تو شعبۂ تنظیم وترقی کے ذمہ دار مولانا عابد حسن قاسمی سے 9058695536-9411233589 پر رابطہ کریں۔

جن حضرات اہل خیر کی خدمات میں ہمارے مدرسہ کے نمائندے کسی وجہ سے نہ پہونچ سکیں اور وہ مدرسہ مظاہر علوم کا تعاون کرنا چاہتے ہیں تو وہ براہ راست بینک میں رقم جمع کراسکتے ہیں، ان کے لئے بینک اکاؤنٹس کی تفصیلات درج کی جارہی ہیں

بینک اکاؤنٹ کی تفصیلات

BANK NAME	A/C No.	IFSC CODE
BANK OF INDIA	781020100102182	BKID0007810
BANK OF BARODA	00810200000029	BARB0MOREGA
Indian Overseas Bank	043402000001333	IOBA0000434
CANARA BANK	1627201001761	CNRB0001627

گذارش: رقم ٹرانسفر کرنے کے بعد فون نمبر 7895317737 – 7895886868 پر مد کی تعیین کے ساتھ میسیج کردیں اور ساتھ ہی رقم ٹرانسفر کی سلیپ بھی بھیج دیں تاکہ معطی کو مدرسہ کی رسید بھیجی جاسکے۔

نقشہ حلقہ جات سفراء کرام مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

علاقـــــــــــہ	اسماء گرامی سفراء کرام	نمبر شمار
احمدآباد، بناس کانٹھا، سابر کانٹھا، مہسانہ، کچھ، بھوج (گجرات)	مولانا محب الرحمن صاحب قاسمی 9427326469	۱
کھرگون، مالی گاؤں، جلگاؤں، دھلیہ، امراوتی، بھوپال،	مولانا فاروق اعظم صاحب قاسمی 9407555569	۲
بنارس، اعظم گڈھ، مئو، جونپور، الٰہ آباد، مغل سرائے، مرزاپور، غازی پور	مولانا عادل نسیم ولد مولانا نسیم الدین مرحوم 9149135367-8188907483	۳
کانپور، باندہ، جھانسی، قنوج، فرخ آباد، اناؤ، لکھنؤ، فتح پور، اٹاوہ، فتح گڑھ	مولانا مسیح اللہ مظاہری صاحب 8193925616	۴
شہر بمبئی	مولانا محمد اسرار صاحب مظاہری 9997862244	۵
مرادآباد، رامپور، ہردوئی، بریلی، بہرائچ، شاہ جہانپور، سیتاپور، پرتاپ گڈھ	مولانا محمد ہارون صاحب مظاہری 8979202800	۶
بھروچ، سورت، بلساڑ، نوساری، گجرات	مولانا مظفر عالم صاحب مظاہری 7250986883	۷
آگرہ، علی گڈھ، فیروزآباد، متھرا، فریدآباد	مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری 7017301611	۸
پونہ، ستارہ، کراڈ، کولہاپور، بیل گام، گوا، رتنا گری، شولاپور (مہاراشٹر)	مولانا محسن عالم صاحب مظاہری 9027789785	۹
بلندشہر، سکندرآباد، خورجہ، ایٹہ، مین پوری، بدایوں	مولانا محمد اشرف صاحب مظاہری 9557857749	۱۰
اجمیر، ناگور، اودے پور، جودھپور، بیکانیر، مکرانہ، سیکر، فتح پور (راجستھان)	مولانا رفیق احمد صاحب مظاہری 9829438013	۱۱
تلنگانہ اسٹیٹ مکمل گلبرگہ و گنٹور وغیرہ	مولانا ارشاد احمد صاحب قاسمی 9908996963	۱۲
سردھنہ، موانہ، باغپت، بڑوت، کھتولی، مظفرنگر	منشی محمد یوسف صاحب 6398564536-9917362193	۱۳
جمنا نگر، پانی پت، کاندھلہ، کیرانہ، شاملی وغیرہ	حافظ ناصر صاحب 9411295655	۱۴
میرٹھ و تحصیل میرٹھ، اورنگ آباد، لاتور، جالنہ، پربھنی، ہنگولی، ناندیڑ، عثمان آباد وغیرہ	مولانا قطب الدین صاحب مظاہری 7417371108	۱۵
بڑودہ، پنچ محل، کھیڑہ، کاٹھیاواڑ، گودھرا (گجرات)	مولوی طارق انور صاحب 7033069145-8743878897	۱۶

۱۷	مولانا محمد مسلم صاحب مظاہری 9312721460 7011728552	جعفر آباد، سلیم پور، لکشمی نگر، غازی آباد، اطراف دہلی، مصطفی آباد
۱۸	مولانا محمد امتیاز صاحب مظاہری 9449363177	شہر بنگلور، کرناٹک
۱۹	مولانا محمد پرویز عالم مظاہری صاحب 9509690294	گنگانگر، کوٹہ بوندی، ٹونک، سوائی مادھو پور، جے پور (راجستھان)
۲۰	حافظ عطاء اللہ قمر صاحب 9917102626	ٹہری گڑھوال، پوڑی گڑھوال، شری نگر، اتر کاشی، روڑکی، ہری دوار، دہرہ دون (اتراکھنڈ) ہلدوانی، نینی تال، الموڑہ، باگیشوری، جیون گڑھ وغیرہ
۲۱	حافظ محمد عرفان صاحب 8393059963	قصبہ سرساوہ، چلکانہ، بہٹ وغیرہ، سہارنپور
۲۲	مولانا نور عالم صاحب قاسمی 9837650686	ترکمان گیٹ، اطراف جامع مسجد، نظام الدین، اوکھلا، حوض رانی سنگم وہار، مہرولی، گڑگاواں وغیرہ
۲۳	مولانا نیر عالم صاحب مظاہری 6200113817	چھتیس گڈھ ومدھیہ پردیش، بھوپال، ناگپور، آکولہ
۲۴	سید قاری عبد الرحمان صاحب 9756124970	گنگوہ، بجنور، مالیر کوٹلہ، بستی، گورکھپور
۲۵	مولانا محمد جنید مظاہری صاحب 8630026280	مدراس، تاملناڈو
۲۶	مولانا محمد صادق صاحب مظاہری 6200780540	کلکتہ، بنگال
۲۷	مولانا مسرور عالم صاحب مظاہری 6396265022	بہار وجھارکھنڈ
۲۸	مولانا مرسلین صاحب مظاہری 9837886465	رائے چوٹی (اے پی) کیرالہ
۲۹	مولانا عبد الرزاق صاحب مظاہری 9720367537	شہر دہلی قدیم وجدید
۳۰	مولانا عبد الواحد صاحب مظاہری 9997311284	کرناٹک
۳۱	حافظ محمد محسن صاحب سہارنپوری 9897791628	شہر سہارنپور
۳۲	مولانا عبد الواجد صاحب مظاہری 8650932618	سہارنپور واطراف، بھیونڈی واطرافِ بمبئی
۳۳	مولانا ممتاز احمد مظاہری 8445450842	امیٹھی، اوریا، بلیا، بلرامپور، گونڈہ، کشی نگر، لکھیم پور، کاس گنج، پیلی بھیت، سدھارتھ نگر وغیرہ
۳۴	مولوی محمد نعمان بن مولوی محمد یامین 9411224536	بہار، پٹنہ، داناپور، پھلواری شریف، کھگڑیا، بیگوسرائے، برونی، سمستی پور، مظفر پور وغیرہ

ماہِ رواں

رمضان اور صدقہ

مولانا مفتی محمد راشد ڈسکوی

سابق استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں :سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الزَّكَاةِ، فَقَالَ: إِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ: {لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ .... [البقرة۱۷۷]}۔[سنن الترمذی، الرقم ۶۵۹]

میں نے زکاۃ کے بارے میں پوچھا، یا نبی اکرم ﷺ سے زکاۃ کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مال میں زکاۃ کے علاوہ بھی کچھ حق ہے، پھر آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی: {لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ ...} نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے پھیر لو، الآیۃ۔

آیت سے استدلال اس طرح سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں مذکورہ وجوہ میں مال دینے کا ذکر فرمایا ہے، پھر اس کے بعد نماز قائم کرنے اور زکاۃ دینے کا ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مال میں زکاۃ کے علاوہ (نفلی صدقات وغیرہ) بھی کچھ حقوق ہیں۔

حدیث کا مقصد و منشاء یہ ہے کہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ مقررہ زکوٰۃ ادا کر دینے کے بعد آدمی پر اللہ کا کوئی مالی حق اور مطالبہ باقی نہیں رہتا اور وہ اس سلسلہ کی ہر قسم کی ذمہ داریوں سے بالکل سبکدوش ہو جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ خاص حالات میں زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی اللہ کے ضرورت مند بندوں کی مدد کی ذمہ داری دولت مندوں پر باقی رہتی ہے۔ مثلاً :ایک صاحب ثروت آدمی حساب سے پوری زکوٰۃ ادا کر چکا ہو، اس کے بعد اُسے معلوم ہو کہ اُس کے پڑوس میں فاقہ یا اُس کا فلاں قریبی رشتہ دار سخت محتاجی کی حالت میں ہے، یا کوئی شریف مصیبت زدہ مسافر ایسی حالت میں اُس کے پاس پہنچے جس کو فوری امداد کی ضرورت ہو تو ایسی صورتوں میں اُن ضرورتمندوں، محتاجوں کی امداد اُس پر واجب ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات بیان فرمائی اور بطور استشہاد سورہ بقرہ کی مندرجہ بالا آیات تلاوت فرمائی۔ اس آیت میں اعمالِ بِر (نیکی

کے کاموں) کے ذیل میں ایمان کے بعد یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں وغیرہ حاجت مند طبقوں کی مالی مدد کا ذکر کیا گیا ہے۔اس کے بعد اِقامتِ صلوٰۃ اور اَداءِ زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اُن کمزور اور ضرورت مند طبقوں کی مالی مدد کا جو ذکر یہاں کیا گیا ہے وہ زکوٰۃ کے علاوہ ہے، کیوں کہ زکوٰۃ کا مستقلاً ذکر اِس آیت میں آگے موجود ہے۔(معارف الحدیث ۴/ ۳۲۳)

حضرت سعید بن ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ دادا سے، وہ نبی اکرم ﷺ سے:قَالَ:"عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ"، قِيلَ:أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَجِدْ؟، قَالَ:"يَعْتَمِلُ بِيَدَيْهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ"، قَالَ:قِيلَ:أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ؟، قَالَ:"يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ"، قَالَ: قِيلَ لَهُ:أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ؟، قَالَ:"يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ أَوِ الْخَيْرِ"، قَالَ:أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟، قَالَ:"يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ"[صحیح مسلم،الرقم ۱۰۰۸:]

کہ ہر مسلمان کے اوپر صدقہ ہے، پھر عرض کیا کہ اگر نہ ہو سکے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کمائے اور اپنی جان کو نفع دے اور صدقہ بھی دے۔ پھر عرض کیا: بھلا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حاجت والے کو جو حسرت و افسوس کر رہا ہے مدد کرے۔ پھر عرض کیا: بھلا اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: دستور کی اور نیک بات سکھا دے۔ پھر عرض کیا: بھلا اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟ تو فرمایا: "شر سے باز رہے کہ یہ بھی ایک صدقہ ہے"۔

انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے راستے میں خرچ کرنے کے ثواب کو ایک بڑی پیاری مثال سے سمجھایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:{مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ}

جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اگائے (اور) ہر بال میں سو [۱۰۰] دانے ہوں، اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (ثواب میں) کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے، اللہ بہت وسعت والا (اور) بڑے علم والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا کم از کم ثواب سات سو گنا ہے، اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہیں اس ثواب کو بڑھا بھی سکتے ہیں۔

صدقہ کرنے کا سب سے افضل زمانہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: صَدَقَةٌ فِي رَمَضَانَ۔ [سنن الترمذی، الرقم ۹۳۹]۔ کہ رمضان میں کیا جانے والا صدقہ سب سے افضل صدقہ ہے۔

تو اب جب کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے، اور رمضان المبارک میں ہر نفلی عبادت بھی ثواب میں فرض کے برابر ہوجاتی ہے تو اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب کس قدر بڑھ جائے گا! نیز موجودہ حالات میں جب کہ ہوش ربا مہنگائی وغیرہ کی وجہ سے لوگ ضرورت مند بھی ہیں، تو ایسے وقت میں صدقہ کی اہمیت اور ثواب اور بڑھ جائے گا؛ کیوں کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ مصرف کی اہمیت اور ضرورت کی شدت کا لحاظ کر کے مصرف کا انتخاب کیا جائے۔

رمضان المبارک میں کثرت سے صدقہ کرنا نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ بھی ہے، چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ''۔ [صحیح البخاری، الرقم ۶]۔

رسول اللہ ﷺ جود وسخا میں تمام انسانوں سے بڑھ کر تھے، اور رمضان المبارک میں جب کہ جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آتے تھے تو آپ ﷺ کی سخاوت بہت بڑھ جاتی تھی، جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات آپ ﷺ کے پاس آتے تھے، اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے تھے، اس وقت رسول اللہ ﷺ فیاضی وسخاوت اور نفع رسانی میں بادِ رحمت سے بھی بڑھ کر ہوتے تھے۔

افضل صدقہ کون سا ہے؟

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان فرمایا: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ: أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ، تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنٰى۔ وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ. قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ. (صحیح البخاری، الرقم ۱۳۵۳ :)

ایک آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! کون سا صدقہ ثواب کے لحاظ سے بڑا ہے؟ فرمایا: جب تم صدقہ اس حال میں دو کہ تندرست ہو، مال کی

ضرورت ہو اور تنگ دستی سے خائف ہو اور مال داری کا اشتیاق ہو۔ اتنی دیر نہ کرو کہ جان گلے میں آ پھنسے اور تب تو کہے کہ اتنا مال فلاں کے لیے اور اتنا فلاں کے لیے ہے حالانکہ اب تو وہ (تیرے کہے بغیر) فلاں کا ہو ہی چکا ہے۔

علامہ عینی اس حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو صدقہ اُس وقت کرے جب زندہ اور صحت مند ہو باوجود اس کے کہ تمہیں اس مال کی سخت حاجت اور ضرورت بھی ہو؛ نہ کہ صدقہ بیماری میں اور موت کے قریب ہو کیونکہ تب تو مال تیرے اختیار سے نکل گیا اور تیرے علاوہ دوسروں کے ساتھ متعلق ہو گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ۸/ ۲۸۰)

انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ وخیرات سے متعلق مختلف مسائل

جو صدقات واجبہ (زکوۃ، صدقہ فطر، منت وغیرہ) ہیں، ان میں بہتر یہ ہے کہ انہیں چھپ کر نہ کیا جائے بلکہ لوگوں کے سامنے دیا جائے تا کہ دوسرے لوگوں کو بھی ترغیب ہو اور لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ یہ شخص مال ہونے کے باوجود اس کے حقوق ادا نہیں کرتا۔ اور جو صدقات نفلی ہیں، انہیں چھپا کر دینا افضل ہے۔ آج کل اس میں بڑی کوتاہی پائی جاتی ہے، لوگ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اظہار کر کے صدقہ کرتے ہیں، ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر اور اخبارات وغیرہ میں خوب تشہیر کرتے ہیں تا کہ پتا چل جائے کہ یہ بڑا سخی ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ ریا کاری سے صدقہ کا سارا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔

صدقات واجبہ صرف مستحق شخص کو دینا ضروری ہے (مستحق وہ شخص ہے جس کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا، یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے بقدر نقد رقم یا سامانِ تجارت یا ضرورت سے زائد سامان، یا اس کی ملکیت میں کچھ سونا، کچھ چاندی، کچھ نقد رقم اور کچھ مالِ تجارت کا مجموعہ مل کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر موجود نہ ہو، اور وہ سید ذات بھی نہ ہو)، البتہ نفلی صدقہ ہر کسی کو دے سکتے ہیں حتی کہ کسی غیر مسلم کو بھی دے سکتے ہیں۔

کسی قریبی رشتے دار کو صدقہ دینے سے دگنا ثواب ملتا ہے، ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

نفلی صدقات رفاہی کاموں، ٹرسٹ، ہسپتالوں اور دیگر اس قسم کے اداروں میں دے سکتے ہیں۔ البتہ ایسے اداروں میں زکوۃ اور صدقات واجبہ نہیں دے سکتے ہیں۔

تعمیرِ حیات

اسلام مایوسیوں سے نکال دیتا ہے

خطاب: مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی، خیرآبادی

ضبط وترتیب: (عالمہ) ناجیہ زہوا زاہداتی بنت مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی، ندوی خیرآباد/ مئو

اللہ رب العزت نے اس دنیا میں اپنے بندوں کو پیدا فرمایا اور جب اللہ نے پیدا فرمایا اور دنیا میں بھیجا تو اس کا ایک کھلا ہوا دشمن بھی دنیا میں اس کے ساتھ آیا اور وہ شیطان ہے، اس کا قصہ سبھی لوگ جانتے ہیں اور اللہ نے انسان کو اپنے اس دشمن سے ڈرایا بھی اور اس سے محفوظ رہنے، بچ کر زندگی گزارنے کی تاکید بھی فرمائی۔ **لا تتبعوا خطوات الشیطان إنه لکم عدو مبین** اے میرے بندو! دنیا میں تم شیطان کے نقش قدم پر مت چلنا، اس لیے کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

آپ حضرات پوری تاریخ جانتے ہیں اور اس کے بارے میں واقف ہیں، قرآن میں بار بار اس کا ذکر آتا ہے، لیکن انسان نسیان سے بنا ہوا ہے، مٹی کا پتلا ہے اور اِس کے اندر خیر اور شر بھی ہے، فرشتوں میں تو صرف نور ہی نور ہے، وہ گناہ کر ہی نہیں سکتے، شیاطین میں شر ہی شر ہے، وہ نیکی نہیں کر سکتے اور اِن دونوں کے درمیان اللہ نے جو مخلوق بنائی ہے وہ انسان ہے، اس کے اندر شر کا بھی مادہ ہے اور خیر کا بھی مادہ ہے، اس کی تخلیق میں آگ بھی شامل ہے اور پانی بھی شامل ہے، مٹی بھی شامل ہے اور ہوا بھی شامل ہے، عناصر اربعہ ہے، لہٰذا یہ شر کی طرف بھی مائل ہو سکتا ہے اور خیر کے راستے پر بھی چل سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے دونوں راستے اس کے سامنے کھول دیئے ہیں، **و هديناه النجدين** ہم نے انسان کو دو راستے بتائے شر کا بھی راستہ بتایا اور خیر کا بھی راستہ بتایا، شیطان کا توڑ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا، اور آخر میں ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین سراجاً منیراً بن کر کے تشریف لائے، پھر بھی انسان کے خمیر میں چوں کہ نفس امارہ بھی ہے، نفس لوامہ بھی ہے، نفس مطمئنہ بھی ہے، نفس امارہ کا مطلب خواہشات، شہوات جو اس کو اُبھارتی ہے گناہ کرنے پر اور شیطان کا وسوسہ بھی ہے اور شیطان کی محنت بھی ہے، شیطان کی سازش بھی ہے، پھر بھی اگر کوئی

بندہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر کے نفس میں مبتلا ہو کر، خواہش میں مبتلا ہو کر، اللہ کے راستے سے بھٹک جاتا ہے، شرک میں مبتلا ہوتا ہے، کفر کرتا ہے، اللہ سے سرکشی کرتا ہے، بغاوت کرتا ہے، نبوت والوہیت کا دعویٰ کرتا ہے، بتوں کی پوجا کرتا ہے، بیٹیوں کو زندہ درگور کرتا ہے، درختوں کو سجدہ کرتا ہے، مردار کھاتا ہے، شراب پیتا ہے، بے حیائی کرتا ہے اور اپنے کو گناہوں میں لت پت کر کے قتل وغارت گری کرتا ہے، ایسے بندوں کو بھی اللہ نے مایوس نہیں کیا اور اپنے رسول سے کہا: ''**قل یا عبادی الذین اسرفوا علی أنفسھم**'' اے رسول! میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جنھوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے، سرکشی کی ہے، شرک میں مبتلا ہو گئے اور مجھ سے دور ہو گئے، میری نعمتوں کا کفر کر کے میرے باغی بن گئے، گناہوں کی دلدل میں ڈوب گئے اور لت پت ہو گئے اور بے حیائی کی زندگی گزارنے لگے، شیطان کے راستے پر چل پڑے، ایسے اسراف کرنے والے بندوں سے کہہ دیجئے ''**لا تقنطوا من رحمۃ اللہ**'' کہ اے میرے بندو! میری رحمت سے مایوس نہ ہوں۔

یہ ہے اسلام، کسی بھی حالت میں بڑے سے بڑے گناہ کو بھی اللہ تعالیٰ ایمان کی دولت دے کر چشم زدن میں، منٹوں نہیں لمحوں میں ختم کر دیتا ہے، گویا کہ وہ تھا ہی نہیں، ایک ایمان لانے والا اُس سے پہلے اس کی جو بھی زندگی رہی ہو، جیسی بھی زندگی رہی ہو، جب وہ درِ حبیب پر حاضر ہو کر کے اللہ کے دربار میں جھک کر کے صدقِ دل کے ساتھ کہتا ہے **أشھد أن لا إلہ إلا اللہ و أشھد أن محمداً عبدہ و رسولہ** میں گواہی دیتا ہوں دل کی گہرائی سے، زبان سے اقرار کرتے ہوئے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، کوئی ساجھی نہیں ہے اور یہ بھی میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں یہ کہتے اور مانتے ہی گویا کہ وہ ایک نئی زندگی پا جاتا ہے، اور ایک نئی راہ اختیار کر لیتا ہے، نور سے بھری ہوئی، رحمت سے بھری ہوئی، مغفرت سے بھری ہوئی اور جنت کی خوش خبری سے بھری ہوئی۔

یہ ہے اسلام، ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے زندگی گزارنے والوں کو ایک نئی زندگی عطا کی گئی ہے، ''**و کنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فأنقذکم منھا**'' کہ اے مکہ والو! تم شرک اور کفر، ضلالت اور جہالت اور انارکی، بدامنی اور قتل وغارت گری کی وجہ سے جہنم کے کنارے کھڑے تھے، ہم نے اپنے رحمۃ للعالمین رسول کو بھیج کر کے شرافتِ انسانیت کا درس دینے والے محمد عربی کو رسول بنا کر تم کو ایمان کی دولت دے کر اس سے بچا لیا، **فأنقذکم منھا** یہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے

اوپر کرم، لاتقنطوا من رحمة الله، إن الله یغفر الذنوب جمیعا بڑے سے بڑے گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف کردیتے ہیں۔ إنه هو الغفور الرحیم بیشک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والے، رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ جب ایمان لانے کے لیے آئے، وہ اسلام کے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت مخالف تھے، بڑی بڑی جنگیں لڑی تھیں مسلمانوں کے خلاف، مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے طرح طرح کی ترکیبیں بنائی تھیں، لیکن جب اللہ نے ان کے دل میں اسلام کا نور پیدا کردیا اور ہدایت کا راستہ دکھادیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے، حضرت عمرو ابن العاص بڑے چالاک، عرب کے ذہینوں میں شمار ہوتے ہیں، فاتح مصر ہیں، اللہ کے رسول کے بڑے محبوب صحابی ہیں، وہ جب ایمان قبول کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں آئے تو ایمان لانے سے قبل ایک شرط رکھی، ولکن اشترط یا رسول الله، قال ماذا؟ بتاؤ کیا شرط ہے؟ قال أن یغفر لی کہ میری مغفرت کردی جائے، میں ایمان لاؤں تو ایمان سے پہلے میں نے اسلام کو مٹانے کے لیے، رسول اللہ کو تکلیف پہونچانے کے لیے جو کچھ کیا ہے، میں چاہتا ہوں وہ معاف کردیا جائے، اللہ کے رسول نے بڑے پیار سے کہا الا تعلم یا عمرو! إن الإسلام یهدم ما کان قبله اسلام ختم کردیتا ہے ان تمام گناہوں کو جو وہ پہلے کر چکا ہے، اسلام تو پاک کردیتا ہے، کوئی حساب کتاب نہیں، کوئی مواخذہ نہیں، حضرت عمرو بن العاص خوش ہوگئے، اور ایمان لے آئے اور پھر اسلام کے سپہ سالار اعظم بنے، فاتح مصر کہلاتے ہیں۔

ایسے ہی ایک صحابی آئے اور آنے کے بعد انہوں نے اپنا واقعہ سنایا، انہوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے دورِ جاہلیت میں آپ کی بعثت سے پہلے کتنی لڑکیوں کو زندہ درگور کیا، میری ایک بچی تھی اور میری بیوی نے اسے چھپا رکھا تھا کہ مجھے پتا نہ چلے، جب میں گھر آتا، بڑے پیار سے ملتی، میں کہتا یہ کس کی بچی ہے؟ تو کہتی یہ پڑوس کی بچی ہے، میں اس کو کھلاتا تھا، پیار کرتا تھا، لیکن وہ جب شعور کو پہونچ گئی، دس بارہ سال کی ہوگئی، ایک دن اس کی ماں نے سوچا کہ کہ اب اس کے ابو کے دل میں بچی کی محبت پیدا ہوگئی ہوگی، اس نے بتادیا کہ یہ میری بچی ہے، یہ سنتے ہی میری حیوانیت جاگ اٹھی، میری درندگی جاگ اٹھی، اور میں یہ کیسے گوارہ کروں گا کہ میرے گھر میں بچی ہو، میں نے بیوی سے کہا کہ اس کو نہلا دُھلا دو، اور عمدہ لباس پہنادو، اس کو میلہ دکھانے لے جاؤں گا، اب اس کو میلے کے نام پر لے گیا، وہ بہت خوش تھی، جنگل

میں لے گیا، ایک گڈھا کھودنے لگا، گڈھا کھودنے سے جسم پر جو مٹی لگتی، وہ معصوم سی بچی اس کو میرے جسم سے صاف کردیتی تھی کہ ابو مٹی لگ گئی ہے، لیکن میں سخت دل باپ اس کو کھودتا رہا، اور اس کے بعد میں نے اس بچی کو گڈھے میں ڈال دیا اور مٹی ڈالنے لگا، وہ ابو! ابو! کرتی رہی، لیکن مجھ کو ذرا بھی رحم نہیں آیا، میرے دل میں ذرا بھی پیار نہیں آیا اور اس بچی کو میں نے زندہ دفن کردیا، اور گھر آ کر اطمینان سے رہنے لگا، اے اللہ کے رسول! میں نے ایسا کیا، کیا میری معافی ہوجائے گی؟ اللہ کے رسول نے فرمایا: **إن الإسلام یھدم ما کان قبلہ**۔

ہم سے بھی گناہ ہوتے ہیں، ہم سے بھی خطائیں ہوتی ہیں، ہم بھی رات دن اللہ رب العزت کی نافرمانیوں میں گزارتے ہیں، نمازیں نہیں پڑھتے، قرآن نہیں پڑھتے، اللہ پر یقین نہیں کرتے، اللہ کو مانتے ہوئے بھی اللہ کی رحمت سے امید نہیں کرتے ہیں، ہماری زندگی گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہے، لیکن اللہ فرماتا ہے، "**قل یا عبادی الذین اسرفوا علی أنفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ إن اللہ یغفر الذنوب جمیعاً إنہ ھو الغفور الرحیم**۔ (سورۂ زمر، آیت ۵۳-۵۴)

یہ ہے اسلام، یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام، یہ ہے اسلام کی آفاقیت اور اسلام کی عبقریت، جس نے دلوں کو فتح کیا ہے، مایوسیوں میں اس نے امیدوں کا چراغ جلایا ہے، اور مایوس دلوں میں اللہ کی رحمت اور مغفرت کی کرن پیدا کی ہے، آج ہم اتنے تو سخت نہیں ہیں، اس طریقے کی حیوانیت تو نہیں ہے، لیکن ہم سے گناہ کا صدور ہوتا ہی رہتا ہے، اور کون ہے جس سے گناہ نہیں ہوتا؟۔

مسواک کی جگہ برش کے استعمال کا حکم:

مسواک کا شمار سنن دین میں ہے، احادیث میں اس کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے اور اس کے عظیم الشان فضائل وفوائد بھی بیان کئے گئے ہیں، حضرات فقہاء نے بھی اس سے متعلقہ احکام کو بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اس سے متعلقہ ایک بنیادی امر یہ ہے کہ مسواک لکڑی کی ہو، احادیث میں مذکور اس سے متعلقہ تعلیمات، فقہاء کرام کی ذکر کردہ تفصیلات، اور سلف صالحین سے چلے آرہے تعامل سے یہی ثابت ہے، اس لئے پلاسٹک کے جو برش مروج ہیں ان کے معمول سے گو دانتوں کی صفائی کا مطلوبہ حکم پورا ہوجائے، مگر نہ مسواک کی سنت اداء ہوگی اور نہ وہ عظیم الشان فضائل وفوائد حاصل ہوں گے، جو مسواک کے بیان کئے گئے ہیں۔

باسمہ تعالیٰ

ذاتی مراسلت
حضرت حکیم محمد کلیم اللہ ناظم مدرسہ اشرف المدارس ومجلس دعوۃ الحق ہردوئی یوپی الھند
پن کوڈ ۲۴۱۰۰۱
فون ہردوئی کوڈ ۰۵۸۵۲ ۲۲۲۶۲۳
فون علیگڈھ کوڈ ۰۵۷۱ ۲۴۰۱۸۲۱

تاریخ ۳۰ رجب المرجب ۴۵ھ

مطابق ۱۰ فروری ۲۴ء

حوالہ ________

ایک اہم پیغام

(موجودہ حالات کی اصلاح کے سلسلہ میں)

اس وقت ملکی اور عالمی سطح پر مسلمانوں پر جو حالات پیش آرہے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں، روز نت نئے فتنے داخلی بھی اور خارجی بھی۔ آئے دن حکومتوں کی طرف سے اسلام مخالف پابندیاں اور سرگرمیاں، اس سے ہر حساس دل بے چین اور ہر صاحب شعور فکرمند ہے۔ دلوں میں ایک خوف اور مایوسی کی کیفیت ہے، یہ سب ہماری شامت اعمال ہے، حق تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں عطاء فرمارکھی ہیں، ہم انہیں استعمال کرتے ہیں لیکن بندہ بن کر نہیں، بلکہ باغی بن کر، اس قدر ناموافق حالات کے باوجود بھی امت مسلمہ غفلت کا شکار ہے، وہی بے راہ روی، وہی بے حیائی، وہی دین سے دوری، پھر بھلا حالات کیسے درست ہوں گے اور نصرت خداوندی کیونکر شامل حال ہوگی؟ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم

۱- اپنے اعمال واخلاق کو درست کریں، تمام امورِ دینیہ اور دنیویہ میں شریعت وسنت کی کامل اتباع کی کوشش کریں، ادائیگی حقوق کی فکر کریں، تمام ظاہری وباطنی گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں، بالخصوص حرام غذا سے۔

۲- رجوع الی اللہ اور توبہ واستغفار کریں کہ یا اللہ اب تک جو زندگی غفلت میں گزرگئی اسے معاف فرمادیجئے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی ہمت اور توفیق عطاء فرمائیے، عزم مصمم کریں، ورنہ اس کے بغیر توبہ کی تکمیل نہیں ہوتی ہے۔

۳- دعاؤں کا خاص اہتمام کریں، اذان کے بعد، فرائض کے بعد، اخیر شب میں، نیز دعاء کی قبولیت کے جو دیگر مواقع ہیں ان میں پورے یقین کے ساتھ التزاماً دعاء کریں۔ یہ ذہن میں رہے کہ دعاء کی حقیقت دل کی پکار ہے۔

۴- نیز آیت کریمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۳۱۳ مرتبہ، حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ۳۴۱ مرتبہ، اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِیْنَ ۱۰۰۰ مرتبہ مع اول وآخر درود شریف یومیہ بہ نیت حفاظت از شرور وفتن پڑھیں، بہت ہی مجرب ومؤثر ہے۔

۵- حق تعالیٰ سے اپنا تعلق قوی اور مضبوط کریں، ان کی شانِ کریمی پر یقین کامل ہو، مایوس نہ ہوں، ہمت نہ ہاریں، ماضی میں بھی ایسے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ ناگفتہ بہ حالات پیش آتے رہے ہیں۔ عادت اللہ یہی ہے کہ جب بھی امت میں دین سے دوری اور احکام الٰہیہ سے غفلت پیدا ہوتی ہے تو آزمائشیں آتی ہیں، جو مقربین کے لئے رفع درجات اور مومنین کے لئے کفارۂ سیئات کا سبب اور غافلین کے لئے تنبیہ اور اصلاح کا ذریعہ ہوتی ہے۔ یہ اصلاح کا وقت ہے، ہم نے اپنے مالک کو ناراض کیا ہے، ان کو راضی کرلیں، حالات بدلتے دیر نہیں لگے گی۔ حق تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے، امن وامان عطاء فرمائے، دین پر استقامت عطاء فرمائے۔ والسلام

محمد کلیم اللہ عفی عنہ

واقعات الفتاویٰ

اعتکاف: احکام وآداب

مفتی بشیر احمد صاحب
معین مفتی دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور

اعتکاف کی فضیلت واہمیت :

ماہِ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف سنت ہے، اس کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے، اور یہ بہت نرالی اور عاشقانہ عبادت ہے، اس میں بندہ اللہ کو راضی کرنے اور اس سے اپنے آپ کو بخشوانے کے جذبہ سے اپنے آپ کو اس کے در پر ڈال دیتا ہے اور کچھ دنوں کے لئے تمام دنیوی کام وکاج چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے در پر آپڑتا ہے۔ اور ہر ماسوا سے اپنے آپ کو منقطع کر کے اللہ سے لو لگالیتا ہے، یقینا مغفرت کے متلاشی اور عبادات کے خوگر بندوں کے لئے اعتکاف ایک بہترین عبادت اور موقع ہے۔

اعتکاف کے مسائل جاننے کی ضرورت:

اعتکاف ایک عبادت ہے اور کوئی بھی عبادت بغیر علم کے ٹھیک طرح ادا نہیں ہوسکتی اس لئے معتکف کو چاہیئے کہ وہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے اس کے احکام وآداب سیکھ لے تا کہ اعتکاف کی عبادت شریعت کے مطابق انجام دی جاسکے، اس لئے کہ لاعلمی میں بسااوقات اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اور اس کا احساس نہیں ہوتا، اور اگر احساس ہو بھی جائے تو بعد میں پچھتاوا رہتا ہے کہ سنتِ اعتکاف سے محروم ہوگئے، ظاہر ہے کہ بعد کا پچھتاوا کسی کام کا نہیں ہوتا، اس لئے ہر معتکف کی ذمہ داری ہے کہ وہ اعتکاف سے متعلق بنیادی اور ضروری علم حاصل کرے، تا کہ شریعت کا یہ حکم حسن وخوبی کے ساتھ بجالایا جاسکے۔

اعتکاف کے ضروری مسائل:

(الف) مسنون اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے روزہ شرط ہے، بغیر روزہ کے مسنون اعتکاف صحیح نہیں ہوگا، البتہ نفل اعتکاف صحیح ہوجائے گا۔

(ب) اعتکاف کا اصل رکن یہ ہے کہ معتکف مسجد کے اندر ٹھہرا رہے، بلاضرورتِ شرعی یا طبعی مسجد سے باہر نہ جائے، معتکف کو کب مسجد سے باہر جانے کی اجازت ہے اور کب نہیں؟ اس کی کچھ تفصیل آگے بیان کی جاتی ہے:

۱—معتکف قضاء حاجت اور پیشاب کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے،لیکن اگر فراغت کے بعد تھوڑی دیر بھی وہاں ٹھہر گیا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، البتہ اگر وضوء کرنا چاہے تو وضوء کے لئے ٹھہر سکتا ہے،لیکن وضوء سے فراغت کے بعد فوراً مسجد کے اندر پہنچ جانا ضروری ہے۔

۲—معتکف اگر قضاء حاجت کے لئے نکلے اور وہاں جا کر معلوم ہو کہ بیت الخلاء مصروف ہے تو وہاں انتظار بھی کر سکتا ہے۔

۳—معتکف کو ہر نماز کے لئے خواہ وہ فرض وواجب ہو یا سنت ونفل، اداء ہو یا قضاء یا اس کو قرآن کریم کی تلاوت کرنی ہو یا سجدۂ تلاوت کرنا ہو، ان سب کے لئے جس وقت بھی چاہے وضوء کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے، البتہ اگر معتکف پہلے سے باوضوء ہو تو اُسے دوبارہ وضوء کرنے کے لئے مسجد سے نکلنا درست نہیں ہے۔

۴—معتکف جب وضوء کے لئے جائے تو وضوء کے دوران مسواک ومنجن بھی کر سکتا ہے، صابن بھی استعمال کر سکتا ہے، البتہ کوشش یہ ہو کہ ان اضافی کاموں میں زیادہ وقت خرچ نہ ہو۔

۵—معتکف پر اگر غسل واجب ہو جائے تو فوراً مسجد سے نکل جائے اور غسل کر کے فوراً ہی لوٹ آئے۔ مسجد سے نکلنے کا کوئی خاص طریقہ نہیں، جیسے بھی ہو مسجد سے نکلا جا سکتا ہے، اور اگر فوراً مسجد سے نکلنے یا غسل کرنے کا موقعہ نہ ہو تو تیمم کر کے مسجد ہی میں رہے، پھر جب موقع ملے تو جا کر غسل کر کے مسجد لوٹ آئے۔

۶—اعتکاف کی حالت میں صرف غسل جنابت کے لئے مسجد سے نکلنا جائز ہے، اس کے علاوہ جو غسل صفائی یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ہو یا جمعہ کا مسنون غسل ہو تو اس کے لئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے، اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

۷—اگر کوئی شخص صفائی یا ٹھنڈک کے لئے غسل کرنا چاہے اور اس کو اس کی شدید حاجت ہو تو بعض اہل علم نے اتنی اجازت دی ہے کہ جب قضاء حاجت کے لئے جائے تو ساتھ میں جلدی سے غسل بھی کر آئے، البتہ کوشش یہ ہو کہ اس اجازت پر شدید مجبوری ہی میں عمل کیا جائے۔

۸—اعتکاف کی حالت میں کلی کرنے،مسواک ومنجن کرنے اورہاتھ وغیرہ دھونے کے لئے مسجد سے باہرجاناجائزنہیں،اگران کاموں کے لئےمسجد سے باہر چلا گیا،چاہےبھول کرہویاغلطی سےتواعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

۹—اعتکاف کی حالت میں کنگھی کرنا،ناخن کاٹنااوربال کاٹنابھی جائز ہے،البتہ اس کاخیال رکھے کہ ناخن اوربال مسجدمیں نہ گرنے پائیں،نیزان کاموں کے لئےمسجد سے باہرجاناجائزنہیں ہے۔

۱۰—معتکف جب وضوءیاقضاءحاجت کی ضرورت کے لئےمسجد سے نکلےتوآتے جاتے چلتے چلتےکسی کے ساتھ بات چیت اوردعاءسلام کرسکتاہے،لیکن اگراس کے لئےتھوڑی دیربھی ٹھہرگیاتواعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

۱۱—معتکف کے بدن پریاکپڑوں پراگرنجاست لگ جائے تواس کودھونے کے لئے مسجد سے باہرجاسکتاہے۔

۱۲—معتکف کے لئے مسجد میں کھانے پینے کی گنجائش ہے،مگرصفائی کاخیال بھی ضروری ہے، البتہ بیڑی سگریٹ مسجدمیں پیناجائزنہیں،جس کواس کی عادت ہو،وہ وضوءواستنجاء کے لئے جب باہرجائے اس وقت اس ضرورت کوپوارکرلے اورپھرمنہ کی بدبودورکرکے مسجدمیں داخل ہواوراچھاتویہ ہے کہ دس روزتک زبردستی اِس سےرکارہے،تاکہ اعتکاف کی برکت سے یہ عادت چھوٹ جائے۔

۱۳—معتکف کامسجد کے اندرٹہلنا،چہل قدمی کرناجائزنہیں ہے،مسجداس کام کے لئےنہیں بنائی گئی ہے،البتہ اگرمعتکف بیمارہواورچہل قدمی کی ضرورت ہومثلاً شوگریاریاح کامریض ہوتوبقدرضرورت اجازت ہوگی،مگرٹہلنے میں مسجدکااحترام ملحوظ رہناچاہیئے۔(فتاوی رحیمیہ ۷؍۲۸۱)

۱۴—اعتکاف کے دوران کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اس کےمتعلق کسی معتبرعالم دین سے معلوم کرلیاجائے،پھراس کےمطابق عمل کیاجائے،تاکہ ناواقفیت میں اعتکاف فسادسےمحفوظ رہے۔

قرآن کریم کی عظمت واہمیت:

حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ”قرآن کریم کی تلاوت اوراللہ تعالیٰ کے ذکرکااہتمام کیاکرو،اس عمل سے آسمانوں میں تمہاراذکرہوگااور یہ عمل زمین میں تمہارے لیے ہدایت کانورہوگا“۔(سنن بیہقی)

اخبار مظاہر

جمع وترتیب: عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

اعلانِ داخلہ

❁ تمام قدیم طلبہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ ۱۷؍تا ۲۰؍شوال ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۷؍تا ۳۰؍اپریل ۲۰۲۴ء مدرسہ حاضر ہوکر اپنے داخلہ کی کارروائی مکمل کریں، اس سے پہلے مدرسہ نہ آئیں، طلبۂ عزیز اس کا خیال رکھیں۔

❁ عربی اول تا عربی سوم کے جدید طلبہ کو درخواست داخلہ ۸؍تا ۱۲؍شوال ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۸؍تا ۲۲؍اپریل ۲۰۲۴ء دی جائیں گی۔ اور عربی چہارم تا ہفتم عربی کے جدید طلبہ کو درخواست داخلہ ۸؍تا ۱۰؍شوال ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۸؍تا ۲۰؍اپریل ۲۰۲۴ء دی جائیں گی اور ۱۰؍شوال تا ۱۳؍شوال ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰؍تا ۲۳؍اپریل ۲۰۲۴ء تقریری امتحان ہوگا۔ ان شاء اللہ

❁ دورۂ حدیث شریف کے لئے جدید طلبہ کو ۱۱؍اور ۱۲؍شوال ۱۴۴۵ھ میں درخواست داخلہ اور اجازت نامۂ امتحان تقسیم ہونگے، اس سے قبل جدید طلبہ مدرسہ میں نہ آئیں، ۱۲؍شوال ظہر کے بعد امتحان داخلہ کے لئے اجازت نامہ طلبہ کو واپس کیا جائے گا، اجازت نامہ واپس لینے میں غیر حاضر طلبہ امتحان داخلہ میں شرکت کے مجاز نہیں ہونگے۔

❁ دورۂ حدیث کے لئے امتحانِ داخلہ ۱۴؍۱۵؍شوال ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۴؍۲۵؍اپریل ۲۰۲۴ء بدھ جمعرات میں ہوگا۔

❁ تخصصات کے تمام شعبوں کے لئے درخواست داخلہ ۱۷؍۱۸؍شوال ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۷؍۲۸؍اپریل ۲۰۲۴ء میں دی جائیں گی، داخلہ کے خواہشمند طلبہ اس سے پہلے مدرسہ نہ آئیں۔

❁ جدید طلبہ کے لیے سابق مدرسہ کی تصدیق اور امتحان سالانہ میں حاصل کردہ نمبرات کی مارک شیٹ امتحان داخلہ کے لئے شرط ہے۔ اس کے بغیر امتحان داخلہ نہیں ہوگا۔ نیز تمام طلبہ کے لئے اپنے اور اپنے والد کے آدھار کارڈ کی فوٹو کاپی ساتھ لانا ضروری ہے۔

❁ طلبہ اپنے آدھار کارڈ کو اپ ڈیٹ کراکے لائیں، آدھار پر بہت پرانا فوٹو جس سے صحیح صورت حال کا علم نہ ہو، ایسا آدھار قابلِ قبول نہ ہوگا۔

❁ سرحدی علاقوں (جموں کشمیر، ویسٹ بنگال، منی پور، تری پورہ، آسام وغیرہ اور ان کے آس پاس) کے طلبہ وطنی تصدیق نامہ (ایفیڈ یوٹ AFFIDAVIT) بھی ضرور ساتھ لائیں اس کے بغیر داخلہ کی تکمیل نہیں ہوگی۔

اس سلسلہ میں کسی کو مہلت نہیں دی جائے گی جو طلبہ مطلوبہ کاغذات حاصل نہ کرسکیں وہ مدرسہ میں آ کر اپنا اور اہل مدرسہ کا قیمتی وقت ضائع نہ کریں ان کا داخلہ نہیں ہوگا۔

داخلہ کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کا امتحان ہوگا

۱۔ **مطلوب دورۂ حدیث** مشکوۃ شریف، ہدایہ ثالث، ہدایہ رابع، شرح عقائد

۲۔ **مطلوب ہفتم** جلالین، ہدایہ اولین، مقامات، میبذی یا حسامی

۳۔ **مطلوب ششم** مختصر، سلّم، شرح وقایہ، نور الانوار

۴۔ **مطلوب پنجم** شرح جامی (بحث اسم) قطبی، کنز الدقائق، اصول الشاشی

۵۔ **مطلوب چہارم** کافیہ، تہذیب یا شرح تہذیب، قدوری، مفید الطالبین یا زاد الطالبین

۶۔ **مطلوب سوم** شرح مأۃ عامل یا ہدایۃ النحو، آسان منطق یا مرقات، نور الایضاح، علم الصیغہ

۷۔ **مطلوب دوم** میزان الصرف، نحو میر، گلستاں، مالابدّ منہ

۸۔ **مطلوب اول** حمد باری، تیسیر المبتدی، کریما، پند نامہ

۹۔ **مطلوب فارسی** قرآن مجید، اردو خواندگی، اردو املاء، ادعیۂ نماز

نوٹ: دورۂ حدیث کے علاوہ باقی جماعتوں کے امتحانات تقریری ہونگے

۱۰۔ **مطلوب افتاء** شرح عقائد، ہدایہ آخرین، تجوید (تقریری) حدیث، فقہ اور املاء وتحریر (تحریری)

۱۱۔ **مطلوب تخصص فی الحدیث** صحاح ستہ، تقریب التہذیب، تخریج حدیث، تجوید اور مختصر عربی مقالہ

۱۲۔ **مطلوب تخصص فی التفسیر** جلالین، بیضاوی، (فاضلِ درس نظامی ہونا ضروری)

۱۳۔ **مطلوب ادب عربی** عربی ادب کی مناسبت سے طالب علم کی عام صلاحیت کی جانچ (تحریراً وتقریراً)

۱۴۔ **مطلوب تحفظ ختم نبوت** (فاضلِ درس نظامی ہونا ضروری) مطلوبہ تحریری وتقریری جانچ

۱۵۔ **مطلوب تجوید حفص اردو** قرآن کریم، اردو خواندگی، تحریر وادعیۂ مسنونہ

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.
URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR



Rs. 30/-

MADRASA MAZAHIR ULOOM
SAHARANPUR-247001 (U.P.) INDIA, PH. 0132-2655542
E-Mail: jamiamazahir@gmail.com